احکام اعتکاف

فضائل اعتکاف

حقیقت اعتکاف

اقسام اعتکاف

مسائل اعتکاف

مقام اعتکاف

آداب اعتکاف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

مکتبہ دارالعلوم کراچی

باہتمام : محمد قاسم کلکتی

طبع جدید : شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ مطابق اگست 2008

فون : 5042280 - 5049455

ای میل : mdukhi@cyber.net.pk

ناشر : مکتبہ دار العلوم کراچی

ملنے کے پتے

- مکتبہ دار العلوم کراچی
- مکتبہ معارف القرآن احاطہ جامعہ دار العلوم کراچی
- ادارۃ المعارف احاطہ دار العلوم کراچی
- ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
- دار الاشاعت اردو بازار کراچی
- بیت الکتب گلشن اقبال
  نزد اشرف المدارس کراچی

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اعتکاف اسلام کی اہم عبادتوں میں سے ہے، اور بفضلہ تعالیٰ ہر سال رمضان کے آخری عشرے میں ہر مسجد کے اندر مسلمانوں کی بڑی تعداد یہ عبادت انجام دیتی ہے، لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ اعتکاف کے مسائل نہ جاننے کی بناء پر اس میں بہت سی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں سنہ ۱۴۰۰ھ کے رمضان میں احقر کو اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کی توفیق بخشی تو برادر محترم جناب شاہ محمد سلیمان صاحب نے خواہش ظاہر فرمائی کہ اعتکاف کے فضائل و مسائل پر ایک عام فہم مختصر رسالہ عام مسلمانوں کیلئے لکھ دیا جائے۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اسی اعتکاف کی حالت میں اس رسالے کی تالیف شروع کر دی گئی۔ اور بعد میں اس کو مکمل کیا گیا، اب یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ اسکو مسلمانوں کیلئے نافع اور مفید بنائیں اور اس کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔

معتکف حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے اس کا مطالعہ فرمالیں، اور اعتکاف میں بھی اس کو اپنے ساتھ رکھیں، اور اس ناکارہ کی اصلاح اعمال واخلاق اور اخروی نجات کیلئے بحالت اعتکاف دعا فرمادیں تو احقر پر بڑا احسان ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

خادم طلبہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ اعتکاف

اللہ تعالیٰ نے عبادت کے جو طریقے مقرر فرمائے ہیں ان میں سے بعض طریقے خاص عاشقانہ شان رکھتے ہیں، انہی میں سے ایک اعتکاف بھی ہے۔ اس عبادت میں انسان اپنے تمام دنیوی کام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مسجد میں جا پڑتا ہے، اور ہر ماسوا سے اپنے آپ کو منقطع کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے سے لو لگا لیتا ہے۔ اور کچھ مدت تک کامل یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خاص تعلق اور انابت الی اللہ کی جو خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ تمام عبادتوں میں ایک نرالی شان رکھتی ہے۔

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے
دل چاہتا ہے در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے

حضرت عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے در پہ آ پڑا ہو اور یہ کہہ رہا ہو "یا اللہ! جب تک آپ میری مغفرت نہیں فرمادیں گے میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔"

(بدائع الصنائع)

پھر اعتکاف کی خصوصیت یہ ہے کہ جب تک انسان حالتِ اعتکاف میں ہو، اس کا لمحہ لمحہ عبادت میں لکھا جاتا ہے، اس کا سونا، اس کا کھانا پینا اور اس کی ایک ایک نقل و حرکت عبادت میں داخل ہوتی ہے۔

اور رمضان شریف میں اعتکاف مسنون کی حکمت بھی یہی ہے کہ شب قدر کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا یقینی طریقہ اعتکاف سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی تعیین کو پوشیدہ رکھا ہے، تاکہ مسلمان عشرہ آخیرہ کی تمام طاق راتوں میں جاگ کر عبادت میں مشغول رہیں لیکن عام حالات میں انسان کیلئے یہ مشکل ہوتا ہے کہ رات کا ایک ایک لمحہ عبادت میں صرف کرے، بلکہ بشری ضروریات کے تحت رات کا کچھ حصہ دوسرے کاموں میں صرف کرنا پڑتا ہے، لیکن اگر انسان اعتکاف کی حالت میں ہو تو خواہ وہ رات کے وقت سوتا ہی کیوں نہ رہا ہو، اسے عبادت گذاروں میں شامل کیا جائے گا، اور اس طرح اس کو شب قدر کا ایک ایک لمحہ عبادت میں صرف کرنے کی فضیلت حاصل ہوگی، اور یہ فضیلت اتنی عظیم الشان ہے کہ اس کے مقابلے میں دس دن کی یہ تھوڑی سی محنت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

آنحضرت ﷺ کو اعتکاف کا خاص ذوق تھا، چنانچہ آپ ﷺ ہر سال رمضان کے مہینے میں اعتکاف کا نہایت اہتمام فرماتے تھے، آپ ﷺ نے رمضان کے پورے مہینے کا اعتکاف بھی فرمایا ہے، اور بیس روز کا بھی اور دس روز کا اعتکاف تو ہر سال آپ ﷺ کیا ہی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک خاص وجہ سے آپ ﷺ رمضان شریف میں اعتکاف نہ فرما سکے تو پھر شوال میں دس

دن روزہ رکھ کر اعتکاف فرمایا۔(۱) اور ایک سال رمضان میں آپ ﷺ سفر کی وجہ سے اعتکاف نہ فرما سکے تو اگلے سال رمضان میں دس روز کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔(۲)

جب شب قدر کے بارے میں یہ متعین نہیں ہوا تھا کہ وہ عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اس وقت آنحضرت ﷺ سے پورے رمضان کا اعتکاف فرمانا ثابت ہے، اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے یکم رمضان سے ۲۰ رمضان تک اعتکاف کرنے کے بعد فرمایا کہ: ”میں نے شب قدر کی تلاش کیلئے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا، پھر مجھے بتایا گیا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے، لہٰذا تم میں سے جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ کرلے۔“ (۳) اس کے بعد آپ ﷺ کا معمول یہ ہوگیا کہ ہر رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔

اعتکاف کی فضیلت و اہمیت کیلئے یہ بات ہی کیا کم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ اس کی پابندی فرمائی، اور اسے کبھی بالکلیہ ترک نہیں فرمایا۔

اس کے علاوہ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی مروی ہے:

”من اعتکف یوما ابتغاء وجه الله عز وجل

۱۔ صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی شوال

۲۔ نیل الاوطار، ص: ۲۶۳، ج: ۴، بحوالہ ترمذی و مسند احمد

۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ص: ۲۱۵، ج: ۴

جعل الله بينه وبين النار ثلاث خنادق أبعد مما بين الخافقين"(۱)

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنا دیں گے، جن کی مسافت آسمان وزمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہوگی"

نیز ایک حدیث میں حضرت حسین ابن علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من اعتكف عشرا في رمضان كان كحجتين وعمرتين"(۲)

"جو شخص رمضان میں دس روز کا اعتکاف کرے تو اس کا یہ عمل دو حج اور دو عمروں جیسا ہوگا۔"

اور طبرانی کی روایت میں الفاظ یہ ہیں:

"اعتكاف عشر رمضان كحجتين وعمرتين"(۳)

"رمضان کے دس دن کا اعتکاف دو حج اور دو عمروں جیسا

---

(۱) رواه الحاكم وصححه والبيهقي، وضعفه (دیکھئے کنز العمال، ص [illegible] ج ۸ حديث: [illegible]

(۲) كنز العمال، ص [illegible] ج ۸ برمز البيهقي في شعب الإيمان

(۳) مجمع الزوائد، ص [illegible] ج ۳ وفيه عنبسة بن عبد الرحمن القرشي وهو متروك

ہے۔"

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"ان للمساجد اوتادا الملائکة جلساؤهم ان غابوا یفتقدوهم وان مرضوا عادوهم، وان کانوا فی حاجة اعانوهم" (۱)

"کچھ لوگ مسجدوں کیلئے میخ بن جاتے ہیں (یعنی وہ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں) ایسے لوگوں کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں، اگر یہ لوگ کبھی مسجد سے غائب ہوجائیں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں، اور اگر یہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر ان کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔"

اعتکاف کرنے سے اس حدیث کی فضیلت بھی حاصل ہوتی ہے جو بہت بڑی فضیلت ہے۔

احادیث اعتکاف

اب اعتکاف سے متعلق چند احادیث ذیل میں مختصر تشریح کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں:

[illegible] الفتح الربانی ص [illegible] ج [illegible] والحدیث صححه الحاکم عن عبد الله بن سلام وفی مسند احمد عن ابن لهیعة.

۴۔ "عن عائشة أن النبي ﷺ كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى توفاه الله عز وجل ثم اعتكف ازواجه بعده"

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دیدی پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔"

اس حدیث سے اعتکاف کی اہمیت معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اس پر مداومت فرمائی ہے، اور ازواج مطہرات کے اعتکاف کا ذکر تو آگے آئے گا، نیز عورت کے اعتکاف کرنے کی تفصیل بھی انشاء اللہ مسائل اعتکاف کے آخر میں تفصیل کے ساتھ آئے گی۔

۵۔ عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله ﷺ كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان، قال نافع وقد اراني ابن عمر المكان الذي كان يعتكف فيه رسول الله ﷺ في المسجد" (صحيح مسلم)

"حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور حضرت نافعؒ (جنہوں نے یہ حدیث ابن عمرؓ سے روایت کی ہے) فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مجھے مسجد میں وہ

جگہ بھی دکھائی جہاں آپ ﷺ اعتکاف فرماتے تھے"

۳:۔ "عن نافع عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان اذا اعتکف طرح له فراشه او یوضع له سریره وراء اسطوانة التوبة"

(ابن ماجہ وقال الشوکانی رجال اسنادہ ثقات نیل الاوطار ص:۲۶۱ ج:۴)

"حضرت نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اعتکاف فرماتے تو اسطوانہ توبہ کے پیچھے یا تو آپ ﷺ کا بستر بچھا دیا جاتا تھا یا چارپائی ڈال دی جاتی تھی۔"

اسطوانہ توبہ مسجد نبی کے اس ستون کا نام ہے جسے اسطوانہ ابولبابہ بھی کہتے ہیں، اور اس ستون پر حضرت ابولبابہ کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے وہ جگہ ہے جہاں اعتکاف کے وقت آپ ﷺ کا بستر بچھایا جاتا یا چارپائی ڈالی جاتی، آج کل اس جگہ پر ایک ستون ہے جسے اسطوان السریر کہتے ہیں، اور یہ نام اس ستون پر لکھا ہوا بھی ہے، یہ ستون روضہ اقدس کی مغربی جالی سے متصل ہے۔

بہرکیف! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اعتکاف کیلئے مسجد میں بستر بچھانا بھی جائز ہے، اور اگر کسی شخص کو فرش پر سونے میں نیند نہ آئے تو چارپائی بھی ڈال سکتا ہے، لیکن اچھا یہی ہے کہ چند روز کیلئے اتنا زیادہ اہتمام نہ کیا جائے، بلکہ سادگی کے ساتھ فرش پر سوئیں، آنحضرت ﷺ چونکہ پیغمبر تھے، اس لئے آپ ﷺ نے بہت سے کام اس لئے فرمائے ہیں تاکہ امت کو ان کا جائز ہونا معلوم ہو جائے، لہٰذا آپ ﷺ نے چارپائی ڈلوا کر اس کا جائز

ہونا بھی بتادیا، لیکن عام مسلمانوں کیلئے بہتر یہی ہے کہ فرش پر سونے کا انتظام کریں، الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔

اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص ہر سال مسجد کی کسی ایک ہی جگہ پر اعتکاف کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ ایک تو اس کا ایسا اہتمام نہیں کرنا چاہئے جیسے وہ جگہ لازمی طور پر اعتکاف کیلئے مخصوص ہوگئی ہو، اور وہیں پر اعتکاف کرنا ضروری ہو۔ دوسرے اس غرض کیلئے کسی ایسے شخص کو اس جگہ سے ہٹانا جائز نہیں جو پہلے سے اس جگہ پر اعتکاف کا انتظام کر کے وہاں بیٹھ چکا ہو۔ اعتکاف چونکہ ایک عظیم عبادت ہے، اس لئے اس میں کسی خاص جگہ پر قبضہ کرنے کیلئے لڑائی جھگڑا کرنا یا کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا یا اس کا دل دکھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

۷۔ "عن عائشة قالت أن رسول الله ﷺ كان يعتكف كل رمضان فاذا صلى الغداة جاء مكانه الذى اعتكف فيه، قال: فاستاذنته عائشة أن تعتكف فاذن لها فضربت فيه قبة فسمعت بها حفصة فضربت فيه قبة وسمعت زينب، فضربت قبة اخرى، فلما انصرف رسول الله ﷺ من الغداة ابصر اربع قباب، فقال: ما هذا فاخبر خبرهن، فقال: ما حملهن على هذا؟ البر؟ انزعوها فلا اراها فنزعت، فلم يعتكف فى رمضان حتى اعتكف فى أخر العشر من شوال"

(بخاری ومسلم)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف فرماتے تھے، پس جب فجر کی نماز پڑھتے تو اپنی اس جگہ پر تشریف لاتے جہاں اعتکاف کرنا ہوتا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے بھی آپ ﷺ سے اعتکاف کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے اجازت دیدی، چنانچہ انہوں نے مسجد میں ایک خیمہ لگالیا، حضرت حفصہؓ نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگالیا، حضرت زینبؓ نے سنا تو انہوں نے بھی ایک اور خیمہ لگالیا، پس جب آپ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ چار خیمے لگے ہوئے ہیں (ایک آپ ﷺ کا اور تین ازواج مطہرات کے) آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ کو ازواج مطہرات کے بارے میں بتایا گیا (کہ یہ ان کے خیمے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ (کیا نیکی کی وجہ سے) ان خیموں کو نکال دو، اب میں انہیں نہ دیکھوں۔ چنانچہ خیمے اتار دیئے گئے، اور آپ ﷺ نے بھی اعتکاف نہیں فرمایا، یہاں تک کہ شوال کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا۔"

اس حدیث میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ آپ ﷺ نے شروع میں حضرت عائشہؓ کو اعتکاف کی اجازت دیدی تھی، لیکن جب دوسری ازواج مطہرات نے خیمے لگائے تو سب کو منع فرمادیا۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی

ہے (واللہ اعلم) کہ حضرت عائشہؓ کا مکان مسجد سے اتنا متصل تھا کہ اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا اس لئے اگر وہ اپنے مکان کے دروازے کے ساتھ ہی مسجد میں پردہ لگا کر اعتکاف فرمائیں تو ضروریات کیلئے بار بار مسجد میں مردوں کے سامنے سے نہ گذرنا پڑتا، بلکہ ایسا ہی ہو جاتا جیسے اپنے گھر میں اعتکاف کر رہی ہیں۔ اس کے برخلاف دوسری ازواج مطہرات کے مکانات کچھ فاصلے پر تھے، اس لئے اگر وہ مسجد میں اعتکاف فرمائیں تو انہیں بار بار مسجد سے گذر کر اپنے مکان میں جانا پڑتا اور عورت کیلئے اس طرح مسجد میں اعتکاف کرنا آپ ﷺ نے پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ عورت کیلئے یہ کوئی نیکی نہیں ہے، لیکن جب آپ ﷺ نے دوسری ازواج مطہرات کے خیمے اٹھوائے تو حضرت عائشہؓ کا بھی اٹھوا دیا، تاکہ دوسری ازواج مطہرات کو شکایت نہ ہو، اور پھر خود بھی اعتکاف نہیں فرمایا تاکہ حضرت عائشہؓ کی دل شکنی نہ ہو، اور پھر خود شوال میں اعتکاف کر کے اس ناغہ کی تلافی فرمادی۔ اس طرح اس عمل سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حق سے لیکر ازواج مطہرات تک سب کے حقوق کی رعایت اس انداز سے فرمائی کہ سبحان اللہ! (۱)

بہر کیف! اس حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اعتکاف کیلئے پردہ وغیرہ لگا کر کوئی جگہ گھیر لینا جائز ہے، اگلی حدیث جو آرہی ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کیلئے ایک

۱۔ خیمے اٹھوانے کی اور بھی وجوہات علماء نے بیان کی ہیں لیکن احقر کو یہ وجہ راجح معلوم ہوتی ہے، اور یہ وجہ امام ابو بکر رازی کے کلام سے ماخوذ ہے جو فتح الملہم ج ۳ ص ۱۹۸ میں منقول ہے۔

ترکی خیمہ لگایا گیا، البتہ یہ جگہ گھیرنا اس وقت جائز ہے جب دوسرے مصلیوں یا معتکفین کو اس سے تکلیف نہ ہو، ورنہ کوئی جگہ گھیرے بغیر اعتکاف کرنا چاہئے، چنانچہ بعض علماء نے ازواج مطہرات کے خیمے اٹھوانے کی ایک حکمت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ خیموں کی کثرت سے مسجد کے تنگ پڑنے کا اندیشہ بھی ہوا۔

دوسری بات حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہیں کرنا چاہئے، اور اگر وہ ایسا کرے تو شوہر کو اعتکاف ختم کرانے کا بھی حق ہے، نیز اگر شوہر اجازت دے چکا ہو پھر مصلحت اعتکاف نہ کرنے میں معلوم ہو تو سابقہ اجازت سے رجوع کرنا بھی جائز ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ اس طرح اعتکاف شروع کرنے کے بعد توڑنے سے اس دن کے اعتکاف کی قضا واجب ہوگی جس دن کا اعتکاف توڑا ہے، ہاں اگر اعتکاف شروع نہ کیا ہو تو پھر قضا واجب نہیں، اور حدیث مذکور میں ظاہر یہی ہے کہ ازواج مطہرات نے ابھی اعتکاف شروع نہیں کیا تھا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خواتین کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی عورت جس کا مکان مسجد سے بالکل متصل ہو اس طرح پردے کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کرے کہ اسے مسجد میں باہر نکلنے کی ضرورت نہ ہو اور آس پاس بھی مرد نہ ہوں تو اپنے شوہر کے ساتھ اعتکاف کر سکتی ہے، لیکن افضل بہر صورت یہی ہے کہ گھر میں اعتکاف کرے۔

۶۔ "عن ابی سعید خدریؓ ان رسول اللہ ﷺ اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف

العشر الاوسط فی قبۃ ترکیۃ ثم اطلع راسہ فقال انی اعتکفت العشر الاول التمس ھذہ اللیلۃ ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی انھا فی العشر الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیعتکف العشر الاواخر فقد اریت ھذہ اللیلۃ ثم انسیتھا وقد رایتنی اسجد فی ماء وطین من صبیحتھا فالتمسوھا فی العشر الاواخر والتمسوھا فی کل وتر قال فمطرت السماء تلک اللیلۃ وکان المسجد علی عریش فوکف المسجد فبصرت عینای رسول اللہ ﷺ وعلی جبھتہ اثر الماء والطین من صبیحۃ احدی وعشرین

(متفق علیہ واللفظ لمسلم فقیل لی انھا فی العشر الاواخر والباقی للبخاری مشکوٰۃ المصابیح)

"حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ترکی خیمے کے اندر رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا، پھر بیچ کے عشرے کا، پھر سر باہر نکالا اور فرمایا، میں نے پہلے عشرے کا اعتکاف شب قدر تلاش کرنے کیلئے کیا، پھر اسی مقصد سے دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے، لہٰذا جو شخص میرے ساتھ

اعتکاف کرنا چاہے وہ آخری عشرے کا اعتکاف کرے، اس لئے کہ مجھے پہلے شب قدر دکھادی گئی تھی، پھر اسے بھلا دیا گیا، اور اب میں نے یہ دیکھا ہے کہ میں شب قدر کی صبح کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کررہا ہوں، لہٰذا اب تم شب قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ اسی شب بارش ہوئی، اور مسجد چھپر کی تھی اس لئے ٹپکنے لگی، چنانچہ اکیس رمضان کی صبح کو میری آنکھوں نے آنحضرت ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پانی اور کیچڑ کا نشان تھا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان شریف میں اعتکاف کا اصلی فائدہ شب قدر کی فضیلت کا حصول ہے، چنانچہ جب تک آپ ﷺ کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے، اس وقت تک آپ ﷺ شب قدر کی تلاش میں پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف فرماتے رہے، اور جب آپ ﷺ کو یہ بتادیا گیا کہ شب قدر آخری عشرے میں آئے گی تو آپ ﷺ نے آخری عشرے کا مزید اعتکاف خود بھی فرمایا اور دوسرے حضرات کو بھی اس کی ترغیب دی۔

اس سال آنحضرت ﷺ کو یہ بھی بتادیا گیا کہ شب قدر وہ رات ہوگی جس کی صبح کو آپ ﷺ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کریں گے، یعنی بارش کی وجہ سے زمین بھیگی ہوئی ہوگی، چنانچہ اکیسویں شب میں بارش ہوئی، اور صبح کی نماز میں آپ ﷺ نے اسی گیلی زمین پر سجدہ فرمایا، اس طرح متعین ہوگیا کہ شب

قدر اس سال اکیسویں شب میں آئی تھی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آئندہ بھی ہمیشہ اکیسویں شب ہی میں شب قدر ہوگی، بلکہ راجح قول یہی ہے کہ شب قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں بدل بدل کر آتی رہتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ کرتے وقت پیشانی کو مٹی یا کیچڑ سے بچانے کا بہت زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں، تھوڑی بہت مٹی یا کیچڑ اگر پیشانی کو لگ جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

اور حدیث میں اصل غور طلب بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اگرچہ گناہوں سے پاک تھے اور آپ ﷺ کے درجات انتہائی بلند تھے، اس کے باوجود شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے آپ ﷺ نے اس قدر محنت اٹھائی کہ پورا مہینہ اعتکاف کی حالت میں گذار دیا، ہم لوگ تو اس فضیلت کے کہیں زیادہ محتاج ہیں، اس لئے ہمیں اس کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

۳۔ "عن ابن عباس ؓ ان رسول اللہ ﷺ قال فی المعتکف: ھو یعتکف الذنوب ویجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا"

(رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح)

"حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی جاتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کو خود کرتا رہا ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ اعتکاف کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ جتنے دن انسان اعتکاف میں رہے گا، گناہوں سے محفوظ رہے گا، اور جو گناہ وہ باہر رہ کر کرتا اب ان سے رک جائے گا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ باہر رہ کر جو نیکیاں وہ کیا کرتا تھا، اعتکاف کی حالت میں اگرچہ وہ ان کو انجام نہ دے سکا ہو لیکن وہ اس کے نامہ اعمال میں بدستور لکھی جاتی رہتی ہیں اور اسے ان کا ثواب دیا جاتا ہے، مثلاً کوئی شخص مریضوں کی عیادت یا تیمارداری کرتا تھا، یا غریبوں کی امداد کیا کرتا تھا، یا کسی عالم یا بزرگ کی مجلس میں جایا کرتا تھا، یا تعلیم و تبلیغ کیلئے کہیں جاتا تھا اور اعتکاف کی وجہ سے یہ کام نہیں کر سکا تو وہ ان نیکیوں کے ثواب سے محروم نہیں ہوگا، بلکہ اس کو بدستور ان نیکیوں کا ایسا ہی ثواب ملتا رہے گا جیسے خود ان کو انجام دے رہا ہو۔

۶۔ "عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا اعتكف ادنى الى راسه وهو فى المسجد فارجله وكان لا يدخل البيت الا لحاجة الانسان" (متفق عليه، مشكوة المصابيح)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو (مسجد میں بیٹھ کر) اپنا سرِ مبارک میری طرف جھکا دیتے، اور میں آپ ﷺ کے سرِ اقدس میں کنگھی کر دیتی تھی، اور آپ ﷺ گھر میں قضاءِ حاجت کے سوا کسی اور کام کیلئے تشریف نہ لاتے تھے۔"

آنحضرت ﷺ خود تو مسجد میں ہوتے اور حضرت عائشہؓ اپنے گھر

ہوتی تھیں، آپ ﷺ سر کو ذرا سا مسجد سے باہر نکال کر حضرت عائشہ سے کنگھی کروا لیتے تھے، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس طرح سر بھی دھلوا لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے پھر سر دھلواتے وقت آپ ﷺ کے اور حضرت عائشہؓ کے درمیان صرف دروازہ کی چوکھٹ حائل ہوتی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ص: ۹۳، ج: ۳) اور ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ سر دھونے یا کنگھی کرتے وقت حضرت عائشہؓ حیض کی حالت میں بھی ہوتی تھی۔ اس طرح اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ معتکف کیلئے کنگھی کرنا اور سر دھونا جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خود مسجد میں رہیں اور پانی مسجد سے باہر گرے۔

۲۔ دوسرے شخص سے بھی یہ کام کرائے جا سکتے ہیں اور ایسے شخص سے بھی جو مسجد سے باہر ہو، عورت سے بھی یہ کام کرایا جا سکتا ہے خواہ وہ حائضہ ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ معتکف کے بدن کا کچھ حصہ اگر مسجد سے باہر نکل جائے تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ جسم کا صرف اتنا حصہ باہر ہو کہ دیکھنے والا پورے آدمی کو مسجد سے باہر نکلا ہوا نہ سمجھے۔

۴۔ قضاءِ حاجت کیلئے معتکف اپنے گھر میں جا سکتا ہے، ان تمام مسائل کی تفصیل ان شاء اللہ مسائل اعتکاف کے زیرِ عنوان آئے گی۔

۳۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ یمر

بالمریض وھو معتکف فیمر ولا یعرج یسائل عنہ" (رواہ ابو داؤد وابن ماجہ، مشکوۃ المصابیح)

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں کسی مریض کے پاس سے گذرتے تو ٹھہرتے اور راستے سے ہٹے بغیر گذرتے ہوئے اس کا حال پوچھ لیتے تھے۔"

مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ قضاء حاجت کیلئے مسجد سے باہر تشریف لاتے اور آپ ﷺ کا گذر کسی بیمار کے پاس سے ہوتا تو آپ ﷺ نہ تو اس کی عیادت کیلئے اپنے راستے سے ہٹتے اور نہ ہی مریض کے پاس ٹھہرتے، بلکہ چلتے چلتے اس کی مزاج پرسی فرما لیتے تھے۔

(مرقاۃ ص: ۳۲۹، ج: ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ معتکف جب کسی شرعی عذر سے مسجد سے باہر نکلے تو اسے ضرورت سے زائد ایک لمحہ بھی باہر نہ ٹھہرنا چاہئے، ہاں راستے میں چلتے چلتے کسی سے کوئی بات کرلے یا بیمار پرسی کرلے تو جائز ہے، لیکن اس غرض کیلئے رکنا یا راستہ بدلنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ بھی اسی پر عمل فرماتی تھیں، ایک روایت میں ہے کہ وہ اعتکاف کے دوران ضرورت کی وجہ سے گھر میں جاتیں، وہاں کوئی مریض ہوتا تو اس کی مزاج پرسی چلتے چلتے کرلیتی تھیں، اس کیلئے ٹھہرتی نہ تھیں۔ (جامع الاصول ص: ۳۴۱، ج: ۱، بحوالہ موطا امام مالک)

۳۔ "عن صفیۃ زوج النبی ﷺ انھا جاءت رسول اللہ ﷺ تزورہ فی اعتکافہ فی

المسجد في العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبي ﷺ معها يقلبها حتى اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمة مر رجلان من الانصار فسلما على النبي ﷺ فقال لهما النبي ﷺ على رسلكما انما هي صفية بنت حيي فقالا سبحان الله يا رسول الله و كبر عليهما فقال النبي ﷺ ان الشيطان يبلغ الانسان مبلغ الدم واني خشيت ان يقذف في قلوبكما شيئا"

ام المومنین حضرت صفیہؓ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے اعتکاف کی حالت میں مسجد آئیں، یہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کی بات ہے، اور کچھ دیر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی رہیں، پھر وہ جب گھر جانے کیلئے کھڑی ہوئیں تو آپ ﷺ بھی انہیں پہنچانے کیلئے کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازے پر حضرت ام سلمہؓ کے دروازے کے قریب پہنچے تو دو انصاری صحابی پاس سے گذرے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "ذرا ٹھہرو! یہ عورت صفیہ بنت حیی ہیں، کوئی اور نہیں۔" انہوں نے (تعجب سے) سبحان اللہ کہا اور یہ بات انہیں شاق گذری، (کہ آپ ﷺ نے ان

کے بارے میں یہ خیال کیوں فرمایا کہ ان کے دل میں کوئی بدگمانی آئی ہوگی) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان سے اتنا قریب ہے جتنا انسان کا خون اس سے قریب ہوتا ہے اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔"

یہ حدیث بہت سے عظیم فوائد پر مشتمل ہے:

۱۔ اول تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ حالت اعتکاف میں کوئی ملنے والا آجائے تو اس سے بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ یہ خیال رہنا چاہئے کہ اعتکاف کی حالت میں فضول بات چیت سے پرہیز لازم ہے۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف سے ملنے کیلئے گھر کی کوئی عورت مسجد میں آئے تو اس کی بھی اجازت ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اول تو پردے کا مکمل اہتمام ہو، دوسرے ایسے وقت میں آئے جب مردوں کا سامنا ہونے کا امکان کم سے کم ہو، بے پردہ، بے حیائی سے بے محابا مسجد میں آنے کا کوئی جواز حدیث سے نہیں ملتا۔

۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص ملنے کیلئے آئے تو اسے دروازہ تک پہنچانے کیلئے اس کے ساتھ جانا جائز ہے، لیکن مسجد سے باہر نہ نکلے۔

۴۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف اعتکاف کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بات کرسکتا ہے، لیکن جو کام میاں بیوی کے مخصوص کام ہیں وہ کرنا جائز نہیں، جیسا کہ مسائل اعتکاف میں اس کی تفصیل آرہی ہے، اور

حضرت عائشہؓ کی اگلی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ آنحضرت ﷺ کے پاس چونکہ حضرت صفیہ نکل کر گئی تھیں، اور پردے میں ہونے کی وجہ سے اجنبیوں کیلئے ان کی جان پہچان مشکل تھی، اس لئے آپ ﷺ نے انصاری صحابہ کو بتا دیا کہ یہ نکل کر جانے والی حضرت صفیہؓ ہیں۔

ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے بارے میں کسی بدگمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، لیکن اپنے عمل سے آپ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ کوئی شخص خواہ کتنے بڑے مرتبہ کا ہو، اسے تہمت کے مقامات سے پرہیز کرنا چاہئے اور ہر اس موقع پر بات واضح کر دینی چاہئے جہاں اس کے بارے میں کسی بدگمانی کا شائبہ ہو سکتا ہو۔

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی طرف سے بدگمانی دور کرنے کیلئے کوئی بات کہے تو یہ نہ صرف جائز، بلکہ مستحسن ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ خاص طور سے علماء کرام اور مقتداؤں کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے، اس لئے کہ اگر عوام کے دل و جان میں ان کی طرف سے بداعتقادی یا بدگمانی پیدا ہو گئی تو وہ ان سے دینی فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔

۶۔ اس حدیث سے ازواج مطہرات کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا حسن سلوک بھی واضح ہوتا ہے کہ اعتکاف جیسی حالت میں بھی آپ ﷺ ان کی دلداری کیلئے دروازے تک انہیں پہنچانے تشریف لے گئے۔

۷۔ عن عائشة قالت: السنة على المعتكف ان لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة

ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجة الا لما لابد منه" (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں معتکف کیلئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ نہ کسی کی بیماری کو جائے نہ کسی جنازے میں شامل ہو نہ کسی عورت کو چھوئے، نہ اسکے ساتھ ملاپ کرے، اور ناگزیر ضروریات کے سوا کسی بھی ضرورت کیلئے باہر نہ نکلے"

اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے ان بہت سے کاموں کی تفصیل بیان فرمادی ہے جو اعتکاف کی حالت میں ممنوع ہوتے ہیں، ان سب کے تفصیلی احکام ان شاء اللہ مسائل اعتکاف کے زیر عنوان آئیں گے۔

۱۳۔ "عن ابن عمرؓ ان عمر سأل رسول اللہ ﷺ وھو بالجعرانة، بعد أن رجع من الطائف، فقال: یارسول اللہ انی نذرت فی الجاھلیة ان اعتکف یوما فی المسجد الحرام فکیف تری؟ قال: اذھب فاعتکف یوما، قال وکان رسول اللہ ﷺ قد اعطاہ جاریة من الخمس، فلما اعتق رسول اللہ ﷺ سبایا الناس سمع عمر ابن الخطاب اصواتھم یقولون: اعتقنا رسول اللہ ﷺ فقال ما ھذا؟ قالوا اعتق رسول اللہ ﷺ سبایا الناس، فقال عمر: یا عبد اللہ اذھب الی تلک الجاریة فخل سبیلھا"

(رواہ البخاری ومسلم، جامع الاصول ص:۳۴۳، ج:۱)

''حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ طائف سے واپسی پر جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن کا اعتکاف کروں گا، اب آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اور ایک دن کا اعتکاف کرلو''

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو مال غنیمت میں سے ایک کنیز عطا فرمائی تھی، تو جب آنحضرت ﷺ نے (غزوہ حنین میں) گرفتار ہوئی عورتوں اور غلاموں کو آزاد کیا تو حضرت عمرؓ نے (اعتکاف کے دوران) ان آوازیں سنیں کہ ہمیں آنحضرت ﷺ نے آزاد کردیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے (لوگوں سے) پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے قیدیوں کو آزاد کردیا ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے (مجھ سے) فرمایا کہ عبداللہ! اس کنیز کے پاس جاؤ اور اسے بھی آزاد کردو''

عام اصول یہ ہے کہ کفر کی حالت میں کسی نے کوئی منت مانی ہو تو اسلام لانے کے بعد اسے پورا کرنا واجب نہیں ہوتا، لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا، کیونکہ وہ ایک کار خیر تھا اور اگرچہ وہ واجب نہ ہو، لیکن موجب ثواب ضرور تھا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کفر کی حالت

میں کی ہوئی نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسلام کی حالت میں کوئی شخص اعتکاف کی نذر کرلے تو اس کا پورا کرنا اور زیادہ ضروری ہوگا، چنانچہ اس حدیث سے نذر کے اعتکاف کی اصل نکلتی ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن کے اعتکاف کی نذر بھی درست ہے۔

جعرانہ مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر طائف کے راستے میں ایک جگہ ہے، آنحضرت ﷺ نے طائف کے غزوے سے واپسی پر یہاں سے راتوں رات مکہ مکرمہ تشریف لے جاکر عمرہ کیا تھا، مسجد حرام چونکہ یہاں سے قریب تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ پوچھا اور پھر جاکر اعتکاف کیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف کیلئے مسجد سے باہر کے حالات لوگوں سے معلوم کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمر نے آزاد شدہ قیدیوں کا شور سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ماجرا پوچھا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما کان یعطی المؤلفۃ قلوبہم، ص:۴۴۵، ج:۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد شدہ قیدی مکے کی گلیوں میں خوشی سے دوڑتے پھر رہے تھے، اس پر حضرت عمرؓ نے ان کا حال معلوم فرمایا۔

نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں غلام آزاد کرنا یا اسی قسم کے دوسرے معاملات مثلاً نکاح و طلاق وغیرہ جائز ہیں۔

اعتکاف کی حقیقت

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ وقت کیلئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں مقیم ہو جائے۔ اس کیلئے وقت کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، جتنا وقت بھی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرا جائے نفلی اعتکاف ہو جائے گا۔ البتہ رمضان المبارک میں جو اعتکاف مسنون ہے اس کیلئے دس روز کی مدت مقرر ہے، اس سے کم میں سنت ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح اعتکاف واجب یعنی جسکی نذر مانی ہو وہ ایک دن ایک رات سے کم نہیں ہو سکتا۔ (بدائع)

کون اعتکاف کر سکتا ہے؟

اعتکاف کیلئے ضروری ہے کہ انسان مسلمان ہو اور عاقل ہو، لہٰذا کافر اور مجنون کا اعتکاف درست نہیں، البتہ نابالغ بچہ جس طرح نماز روزہ کر سکتا ہے اسی طرح اعتکاف بھی کر سکتا ہے۔ (بدائع، ص:۱۰۸، ج:۲)

عورت بھی اپنے گھر میں عبادت کی مخصوص جگہ مقرر کر کے وہاں اعتکاف کر سکتی ہے، البتہ اس کیلئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، نیز یہ بھی لازم ہے کہ وہ حیض و نفاس سے پاک ہو۔

اعتکاف واجب اور اعتکاف مسنون میں یہ بھی شرط ہے کہ انسان روزہ دار ہو، لہٰذا جس شخص کا روزہ نہ ہو وہ اعتکاف نہیں کر سکتا، البتہ نفلی اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں۔

اعتکاف کی جگہ

مردوں کیلئے اعتکاف صرف مسجد ہی میں ہو سکتا ہے، افضل ترین اعتکاف مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ہے، دوسرے نمبر پر مسجد نبوی ﷺ میں، تیسرے نمبر پر مسجد اقصیٰ میں، چوتھے نمبر پر کسی بھی جامع مسجد میں اور جامع مسجد میں اعتکاف کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کیلئے کہیں اور نہیں جانا پڑے گا، لیکن جامع مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ ہر اس مسجد میں اعتکاف ہو سکتا ہے، جہاں پانچ وقت کی جماعت ہوتی ہو، البتہ اگر مسجد ایسی ہے جہاں پانچوں وقت نماز نہیں ہوتی تو اس میں علماء کا اختلاف ہے، تاہم محققین کے نزدیک ایسی مسجد میں بھی اعتکاف ہو سکتا ہے، اگرچہ افضل نہیں ہے۔ (شامی ص:۱۲۹، ج:۲)

مسائلِ اعتکاف

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اعتکافِ مسنون

یہ وہ اعتکاف ہے جو صرف رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ ہر سال ان دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اس لئے اس کو اعتکاف مسنون کہتے ہیں۔

(۲) اعتکافِ نفل

وہ اعتکاف جو کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔

(۳) اعتکافِ واجب

وہ اعتکاف جو نذر کرنے، یعنی منت ماننے سے واجب ہو گیا ہو، یا کسی مسنون اعتکاف کو فاسد کرنے سے اس کی قضاء واجب ہو گئی ہو۔

چونکہ ان تینوں قسموں کے احکام علیحدہ ہیں، اس لئے ہر ایک کے مسائل ذیل میں جداگانہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

اعتکافِ مسنون

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے وہ اعتکاف مسنون ہے۔ اس اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے، اور عید کا چاند ہونے تک باقی رہتا ہے۔ چونکہ اس اعتکاف کا آغاز اکیسویں شب سے ہوتا ہے، اور رات غروب آفتاب سے شروع ہو جاتی ہے، اس لئے اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ بیسویں روزے کو مغرب سے اتنے پہلے مسجد کی حدود میں پہنچ جائے کہ غروب آفتاب مسجد میں ہو۔

رمضان شریف کے عشرہ اخیرہ کا یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی ایک بستی یا محلے میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو تمام اہل محلہ

کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی، لیکن اگر سارے محلے میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سارے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔

(شامی)

محلے والوں کی ذمہ داری

(۱) اس سے واضح ہو گیا کہ یہ ہر محلے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے سے یہ تحقیق کریں کہ ہماری مسجد میں کوئی اعتکاف میں بیٹھ رہا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی آدمی نہ بیٹھ رہا ہو تو فکر کر کے کسی کو بٹھائیں۔

(۲) لیکن کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں، کیونکہ عبادت کیلئے اجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ (شامی)

اگر محلے والوں میں سے کوئی شخص بھی کسی مجبوری کی وجہ سے اعتکاف کرنے کیلئے تیار نہ ہو تو کسی دوسرے محلے کے آدمی کو اپنی مسجد میں اعتکاف کرنے کیلئے تیار کرلیں، دوسرے محلے کے آدمی کے بیٹھنے سے بھی اس محلے والوں کی سنت انشاء اللہ ادا ہو جائے گی۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند مکمل مدلل ص: ۵۱۲، ج: ۶)

اعتکاف کا رکن اعظم یہ ہے کہ انسان اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود میں رہے، اور حوائج ضروریہ کے سوا (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) ایک لمحے کیلئے بھی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے، کیونکہ اگر معتکف ایک لمحے کیلئے بھی شرعی ضرورت کے بغیر حدود مسجد سے باہر چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

حدودِ مسجد کا مطلب

بہت سے لوگ حدودِ مسجد کا مطلب نہیں سمجھتے، اور اس بناء پر ان کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ حدودِ مسجد کا کیا مطلب ہے؟

عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطہ کو مسجد ہی کہتے ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے یہ پورا احاطہ مسجد ہونا ضروری نہیں، بلکہ شرعاً صرف وہ حصہ مسجد ہوتا ہے جسے بانیٔ مسجد نے مسجد قرار دیکر وقف کیا ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین کے کسی حصے کا مسجد ہونا اور چیز ہے اور مسجد کی ضروریات کیلئے وقف ہونا اور چیز۔ شرعاً مسجد صرف اتنے حصہ کو کہا جائے گا جسے بنانے والے نے مسجد قرار دیا ہو، یعنی نماز پڑھنے کے سوا اس سے کچھ اور مقصود نہ ہو، لیکن تقریباً ہر مسجد میں کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے، مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ، استنجا خانہ، نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ، امام کا حجرہ، گودام، وغیرہ۔ اس حصے پر شرعاً مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے، چنانچہ ان حصوں میں جنابت کی حالت میں جانا بھی جائز ہے، جبکہ اصل مسجد میں جنبی کا داخل ہونا جائز نہیں۔ اس ضروریاتِ مسجد والے حصے میں معتکف کا جانا بالکل جائز نہیں ہے، بلکہ اگر معتکف اس حصے میں شرعی عذر کے بغیر ایک لمحے کیلئے بھی چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر بعض مساجد میں تو ضروریاتِ مسجد والا حصہ اصل مسجد سے بالکل الگ اور ممتاز ہوتا ہے، جس کی پہچان مشکل نہیں ہوتی، لیکن بعض مساجد میں

یہ حصہ اصل مسجد سے اس طرح متصل ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے نہیں پہچان سکتا، اور جب تک بانی مسجد صراحۃً نہ بتائے کہ یہ حصہ مسجد نہیں ہے اس وقت تک اس کا پتہ نہیں چلتا۔

لہٰذا جب کسی شخص کا کسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو تو اسے سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہئے کہ مسجد کے بانی یا اس کے متولی سے مسجد کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم کرے۔ مسجد والوں کو چاہئے کہ وہ مسجد میں ایک نقشہ مرتب کرکے لٹکا دیا جائے، جس سے مسجد کی حدود واضح کردی گئی ہوں، ورنہ کم از کم بیسویں روزے کو جب معتکفین مسجد میں جمع ہو جائیں تو انہیں زبانی طور پر سمجھا دیا جائے کہ مسجد کی حدود کہاں کہاں تک ہیں؟

جن مسجدوں میں وضو خانے اصل مسجد سے بالکل متصل ہوتے ہیں وہاں عام طور پر لوگ وضو خانوں کو بھی مسجد کا حصہ سمجھتے ہیں اور اعتکاف کی حالت میں بھی بے کھٹکے وہاں آتے جاتے رہتے ہیں، خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں ہوتے، اور معتکف کیلئے وہاں شرعی ضرورت کے بغیر جانا جائز نہیں ہے، لہٰذا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے منتظمین مسجد کی مدد سے واضح طور پر معلوم کرلینا ضروری ہے کہ مسجد کی حدود کہاں ختم ہوگئی ہیں، اور وضو خانہ کی حدود کہاں سے شروع ہوئی ہیں۔

اسی طرح مسجد کی سیڑھیاں جن پر لوگ چڑھ کر لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں، وہ بھی عموماً مسجد سے خارج ہوتی ہیں، اس لئے معتکف کو شرعی ضرورت کے بغیر وہاں جانا جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں کے صحن میں جو حوض بنا ہوتا ہے وہ بھی مسجد کی حدود سے خارج ہوتا ہے، لہذا اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حوض کے قریب مسجد کی حدود کہاں تک ہیں؟ اور حوض کی حدود کہاں سے شروع ہوئی ہیں؟

جن مسجدوں میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ الگ بنی ہوتی ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہے، معتکف کو وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض مساجد میں امام کی رہائش کیلئے مسجد کے ساتھ ہی کمرہ بنا ہوتا ہے، یہ کمرہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے، اور اس میں معتکف کا جانا جائز نہیں۔

بعض مساجد میں ایسا کمرہ امام کی رہائش کیلئے تو نہیں ہوتا، لیکن امام کی تنہائی کی ضروریات کیلئے بنایا جاتا ہے، اس کمرے کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک اسے مسجد نہیں سمجھا جائے گا، اور معتکف کو اس میں بھی جانا جائز نہیں، ہاں اگر بانی مسجد نے اس کے مسجد ہونے کی نیت کرلی ہو تو پھر معتکف اس میں جا سکتا ہے۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کیلئے جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک معتکف کیلئے اس میں جانا جائز نہیں۔

بعض مساجد میں مسجد کی دریاں، صفیں، چٹائیاں، اور دیگر سامان رکھنے کیلئے الگ کمرہ یا کوئی جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک بنانے والے نے اسے مسجد قرار نہ دیا ہو، یہ جگہ مسجد نہیں ہے اور معتکف

اس میں نہیں جا سکتا۔

اس تفصیل سے واضح ہوا ہوگا کہ اعتکاف کیلئے مسجد کی حدود کو متعین کرنا کس قدر ضروری ہے، لہٰذا معتکف کو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے منتظمین مسجد سے حدودِ مسجد کو اچھی طرح متعین کر لینا چاہئے۔

پھر جس مسجد کی حدود معلوم ہو جائیں تو اس کے بعد اعتکاف کے دوران شرعی ضرورت کے بغیر ان حدود سے ایک لمحے کیلئے بھی باہر نہ نکلیں، ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

شرعی ضرورت کیلئے نکلنا

شرعی ضرورت سے ہماری مراد یہاں وہ ضروریات ہیں جن کی بناء پر مسجد سے نکلنا شریعت نے معتکف کیلئے جائز قرار دیا ہے، اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ ضروریات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پیشاب پاخانے کی ضرورت (۲) غسلِ جنابت جبکہ مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو۔ (۳) وضو، جبکہ مسجد میں رہتے ہوئے وضو کرنا ممکن نہ ہو۔ (۴) کھانے پینے کی اشیاء باہر سے لانا، جبکہ کوئی اور شخص لانے والا موجود نہ ہو۔ (۵) مؤذن کیلئے اذان دینے کے مقصد سے باہر جانا (۶) جس مسجد میں اعتکاف کیا ہے، اگر اس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو جمعہ کی نماز کیلئے دوسری مسجد میں جانا (۷) مسجد کے گرنے وغیرہ کی صورت میں دوسری مسجد میں منتقل ہونا۔ ان ضروریات کے علاوہ کسی اور مقصد سے باہر جانا معتکف کیلئے جائز نہیں، اب ان تمام ضروریات کی کچھ تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

قضاء حاجت

۱۔ معتکف قضاء حاجت یعنی پیشاب پاخانے کی ضرورت سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، جہاں تک پیشاب کا تعلق ہے، اس کیلئے مسجد کے قریب ترین جگہ پیشاب کرنا ممکن ہو وہاں جانا چاہئے، لیکن پاخانے کے لئے جانے میں تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے، اور وہاں قضاء حاجت کرنا ممکن ہے، تو اسی میں قضاء حاجت کرنا چاہئے، کہیں اور جانا درست نہیں، لیکن اگر کسی شخص کیلئے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضاء حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو اس کیلئے جائز ہے کہ اس غرض کیلئے اپنے گھر چلا جائے، خواہ مسجد کے قریب بیت الخلاء موجود ہو۔ (شامی)

لیکن جس شخص کو یہ مجبوری نہ ہو اسے مسجد کا بیت الخلاء ہی استعمال کرنا چاہئے، اگر ایسا شخص مسجد کا بیت الخلاء چھوڑ کر چلا جائے تو بعض علماء کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی)

۲۔ لیکن اگر مسجد کی بیت الخلاء نہ ہو یا اس میں قضاء حاجت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو قضاء حاجت کیلئے اپنے گھر جانا جائز ہے، خواہ وہ گھر کتنی دور ہو۔ (ایضاً)

(۳) اگر مسجد کے قریب کسی دوست یا عزیز کا گھر موجود ہو تو قضاء حاجت کیلئے اس کے گھر جانا ضروری نہیں، بلکہ اس کے باوجود اپنے گھر جانا جائز ہے، خواہ گھر اس دوست یا عزیز کے مکان کے مقابلے میں دور ہو۔

(ایضاً)

(۴) اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو اس کو چاہئے کہ قریب والے گھر میں جا کر قضاء حاجت کرے، دور والے گھر میں جانے سے بعض علماء کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی، و عالمگیری)

(۵) اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کیلئے بھی ٹھہرنا جائز نہیں، اگر ٹھہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (برجندی، ص: ۲۲۳)

(۶) بیت الخلاء کو جاتے یا وہاں سے آتے وقت راستے میں یا گھر میں کسی کو سلام کرنا، سلام کا جواب دینا یا مختصر بات چیت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس بات چیت کیلئے ٹھہرنہ پڑے۔ (مرقاۃ)

(۷) بیت الخلاء کیلئے جاتے یا وہاں سے آتے وقت تیز چلنا ضروری نہیں، آہستہ آہستہ چلنا بھی جائز ہے۔ (عالمگیریہ)

(۸) قضاء حاجت کیلئے جاتے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے ٹھہرنا نہیں چاہئے، بلکہ چلتے چلتے اسے بتا دینا چاہئے کہ میں اعتکاف میں ہوں، اس لئے ٹھہر نہیں سکتا، اگر کسی کے ٹھہرانے سے کچھ دیر ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، یہاں تک کہ اگر راستے میں کسی قرض خواہ نے روک لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ صاحبینؒ کے نزدیک ایسی مجبوری سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، اور امام سرخسیؒ نے سہولت کی بناء پر صاحبینؒ ہی کے قول کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔ (مبسوط سرخسیؒ، ص: ۱۲۳، ج: ۳) لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ کسی بھی صورت میں

راستے میں نہ ٹھہرے۔

(۹) جب بیت الخلاء جانے کیلئے نکلا ہو بیڑی سگریٹ پینا جائز ہے، بشرطیکہ اس غرض سے ٹھہرنا نہ پڑے۔

(۱۰) جب کوئی شخص قضاء حاجت کیلئے اپنے گھر گیا ہو تو قضاء حاجت کے بعد وہاں وضو کرنا بھی جائز ہے۔ (مجمع الانہر ص:۲۵۶، ج:۱)

(۱۱) قضاء حاجت میں استنجاء بھی داخل ہے، لہٰذا جن لوگوں کو قطرے کا مرض ہوتا ہے، وہ اگر صرف استنجاء کیلئے باہر جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں، اسی لئے فقہاء نے استنجاء کو قضاء حاجت کے علاوہ خروج کا مستقل عذر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے شامی ص:۱۳۲، ج:۲)

معتکف کا غسل

معتکف کو صرف احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل جنابت کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے غسل کرنا ممکن ہو مثلاً کسی بڑے برتن میں بیٹھ کر اس طرح غسل کر سکتا ہو کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو غسل جنابت کیلئے باہر جا سکتا ہے۔ (فتح القدیر ص:۱۱۱، ج:۲) اور اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر مسجد کا کوئی غسل خانہ موجود ہے تو اس میں جا کر غسل کریں، لیکن اگر مسجد کا کوئی غسل خانہ نہیں ہے یا اس میں غسل کرنا کسی وجہ سے ممکن نہیں یا سخت دشوار ہے تو اپنے گھر جا کر بھی غسل کر سکتے ہیں۔

غسل جنابت کے سوا کسی اور غسل کیلئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، جمعہ کیلئے غسل یا ٹھنڈک کی غرض سے غسل کرنے کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اس غرض سے مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ جمعہ کا غسل کرنا ہو یا ٹھنڈک کیلئے نہانا ہو تو اس کی ایسی صورت اختیار کی جا سکتی ہے جس سے پانی مسجد میں نہ گرے، مثلاً کسی ٹب میں بیٹھ کر نہالیں، یا مسجد کے کنارے پر اس طرح غسل کرنا ممکن ہو کہ پانی مسجد سے باہر گرے تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مسنون اعتکاف میں جمعہ کے غسل ٹھنڈک کی خاطر غسل کیلئے مسجد سے باہر نہیں جانا چاہئے، ہاں نفلی اعتکاف میں ایسا کر سکتے ہیں، اس صورت میں جتنی دیر غسل کیلئے باہر رہیں گے اتنی دیر کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیل اور فقہی تحقیق ضمیمے میں ملاحظہ فرمائیے۔

معتکف کا وضو

ا۔ اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے، لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے، تو وضو کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، چنانچہ ایسی صورت میں معتکف کو وضو خانے تک جانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں میں معتکفین کیلئے الگ پانی کی ٹونٹیاں اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ معتکف خود تو مسجد میں بیٹھتا ہے لیکن ٹونٹی کا پانی مسجد سے باہر گرتا ہے، اگر ایسا انتظام مسجد موجود ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے، اور اگر ایسا

انتظام نہیں ہے تو افضل ہے وضو کرنے کے بجائے کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگوا کر مسجد کے کنارے پر اس طرح وضو کرلیں کہ پانی مسجد سے باہر گرے۔

۲۔ لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو وضو کیلئے مسجد سے باہر وضو خانے یا وضو خانہ موجود نہ ہو تو کسی اور قریبی جگہ جانا جائز ہے۔ (شامی) اور یہ حکم ہر قسم کے وضو کا ہے خواہ وہ فرض نماز کیلئے کیا جا رہا ہو یا نفلی عبادتوں کیلئے۔

۳۔ جن صورتوں میں معتکف کیلئے وضو کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے، ان میں وضو کے ساتھ مسواک، منجن یا پیسٹ سے دانت مانجھنا، صابن لگانا اور تولیہ سے اعضاء خشک کرنا بھی جائز ہے، لیکن وضو کے بعد ایک لمحے کیلئے بھی باہر ٹھہرنا جائز نہیں، اور نہ ہی راستے میں رکنا جائز ہے۔

کھانے کی ضرورت

اگر کسی شخص کو کوئی ایسا آدمی میسر ہے جو اس کیلئے مسجد میں کھانا پانی لا سکے تو اس کیلئے کھانا لانے کی غرض سے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر کسی شخص کو ایسا آدمی میسر نہیں ہے تو وہ کھانا لانے کیلئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ (البحر الرائق، ص:۳۲۶، ج:۲) لیکن کھانا مسجد میں لا کر ہی کھانا چاہئے۔ (کفایۃ المفتی، ص:۲۲۲، ج:۳) نیز ایسے شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے وقت مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار مل جائے، تاہم اگر کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو مضائقہ نہیں۔

ازان

۱۔ اگر کوئی مؤذن اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اسے ازان دینے کیلئے مسجد سے باہر جانا پڑے تو اسکیلئے باہر نکلنا جائز ہے مگر ازان کے بعد نہ ٹھہرے۔

۲۔ اگر کوئی شخص باقاعدہ مؤذن تو نہیں ہے لیکن کسی وقت کی ازان دینا چاہتا ہے تو اس کیلئے بھی ازان کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے۔

(مبسوط سرخسی ص:۱۲۶، ج:۳)

نمازِ جمعہ

(۱) بہتر یہ ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جس میں نماز جمعہ ہوتی ہو، تا کہ جمعہ کیلئے باہر نہ جانا پڑے، لیکن اگر کسی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی مگر پنج وقتہ نماز ہوتی ہے تو اس میں بھی اعتکاف کرنا جائز ہے۔

(شامی، عالمگیریہ)

(۲) ایسی صورت میں نماز جمعہ پڑھنے کیلئے دوسری مسجد میں جانا بھی جائز ہے، لیکن اس غرض کیلئے ایسے وقت اپنی مسجد سے نکلے جب اسے اندازہ ہو کہ جامع مسجد پہنچنے کے بعد وہ چار رکعت سنت ادا کرے گا تو اس کے فوراً بعد خطبہ شروع ہو جائے گا۔ (عالمگیریہ)

(۳) جب کسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے گیا ہو تو فرض پڑھنے کے بعد سنتیں بھی وہاں پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کے بعد ٹھہرنا جائز نہیں۔ (ایضاً) تاہم اگر ضرورت سے زیادہ ٹھہر گیا تو چونکہ مسجد میں ٹھہرا ہے اس لئے اعتکاف

فاسد نہ ہوگا۔ (بدائع ص:۱۱۴، ج:۲)

(۴) اگر کوئی شخص جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کیلئے گیا اور وہاں جاکر باقی ماندہ اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کیلئے وہیں ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

مسجد سے منتقل ہونا

ہر معتکف کیلئے ضروری ہے کہ اس نے مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے۔ لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے، مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے، یا کوئی شخص زبردستی وہاں نکال دے یا وہاں رہنے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے، اور اس غرض کیلئے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے، بلکہ سیدھا مسجد میں چلا جائے۔ (فتح القدیر ص:۱۱۱، ج:۲، عالمگیریہ)

نماز جنازہ، اور عیادت

(۱) عام حالات میں کسی معتکف کیلئے نماز جنازہ میں شرکت کیلئے، یا کسی کی بیمار پرسی کیلئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ لیکن اگر قضاء حاجت کیلئے نکلا تھا اور ضمناً راستے میں کسی کی بیمار پرسی کرلی یا کسی کی نماز جنازہ میں شرکت کرلی تو جائز ہے اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ (بدائع ص:۱۱۴، ج:۲) لیکن شرط یہ ہے کہ نماز جنازہ یا عیادت مریض کی نیت سے نہ نکلے، بلکہ نیت

قضاءِ حاجت کی ہو اور بعد میں یہ کام بھی کرلے، کیونکہ اگر ان کاموں کی نیت سے نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی) نیز یہ بھی شرط ہے کہ نمازِ جنازہ اور عیادت کیلئے راستے سے ہٹنا نہ پڑے، بلکہ یہ کام راستے ہی میں ہو جائیں، پھر عیادت مریض تو چلتے چلتے کرنی چاہئے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ چلتے چلتے بیمار پرسی کرلیتے تھے، اس غرض کیلئے رکتے نہ تھے۔ (ابوداؤد) اور نمازِ جنازہ میں یہ شرط ہے کہ نماز کے بعد بالکل نہ ٹھہرے۔ (مرقاۃ ص:۳۳۰، ج:۲)

(۲) اس کے علاوہ اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت ہی یہ شرط کرلی تھی کہ میں اعتکاف کے دوران کسی مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ میں شرکت یا کسی علمی و دینی مجلس میں شامل ہونے کیلئے جانا چاہوں گا تو چلا جاؤں گا تو اس صورت میں ان اغراض کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، لیکن اس طرح اعتکاف نفل ہو جائے گا، مسنون نہ رہے گا۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل حاشیے میں ملاحظہ فرمائیے۔

اعتکاف کا ٹوٹ جانا

مندرجہ ذیل چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے:

۱۔ جن ضروریات کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے سوا کسی بھی مقصد سے اگر کوئی معتکف حدودِ مسجد سے باہر نکل جائے، خواہ یہ باہر نکلنا ایک ہی منٹ کیلئے ہو تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (ہدایہ)

واضح رہے کہ مسجد سے نکلنا اس وقت کہا جائے گا جب پاؤں مسجد سے

اس طرح باہر نکل جائیں کہ اسے عرفاً مسجد سے نکلنا کہا جا سکے، لہٰذا اگر صرف سر مسجد سے باہر نکال دیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (وارادو بالخروج الانفصال قدمیہ) (بحر ص:۳۲۶، ج:۲)

۲۔ اسی طرح اگر کوئی معتکف شرعی ضرورت سے باہر نکلے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کیلئے بھی ٹھہر جائے تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (شامی)

۳۔ بلا ضرورت شرعی مسجد سے باہر نکلنا خواہ جان بوجھ کر ہو، یا بھول کر، یا غلطی سے، بہر صورت اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ اگر بھول کر یا غلطی سے باہر نکلا ہے تو اس سے اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔

(شامی)

۴۔ کوئی شخص احاطۂ مسجد کے کسی حصے کو مسجد سمجھ کر اس میں چلا گیا، حالانکہ درحقیقت وہ حصہ مسجد میں شامل نہ تھا، تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ گیا۔ اسی لئے شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدود مسجد اچھی طرح معلوم کر لینی چاہئیں۔

۵۔ اعتکاف کیلئے چونکہ روزہ شرط ہے، اس لئے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، خواہ یہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر، جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو، ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا، لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہو گیا جو روزے کے منافی تھا، مثلاً صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تک کھاتا

رہے، یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطار کا وقت ہو چکا ہے، یا روزہ یاد ہونے کے باوجود کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا، تو ان تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا رہا اور اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔

لیکن اگر روزہ ہی یاد نہ رہا، اور بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے بھی روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوا۔ (درمختار و شامی ص: ۱۳۹، ج: ۲)

۶۔ جماع کرنے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ یہ جماع جان بوجھ کر کرے یا سہواً، دن میں کرے یا رات میں، مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر، اس سے انزال ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (ہدایہ)

۷۔ بوس و کنار اعتکاف کی حالت میں ناجائز ہے، اور اگر اس سے انزال ہو جائے تو اس سے اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے، لیکن انزال نہ ہو تو ناجائز ہونے کے باوجود اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ (ہدایہ)

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟

مندرجہ ذیل صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے:

۱۔ اعتکاف کے دوران کوئی ایسی بیماری پیدا ہو گئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ (شامی)

۲۔ کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کیلئے بھی اعتکاف توڑ کر باہر نکل آنا جائز ہے۔ (ایضاً)

۳۔ ماں باپ بیوی بچوں میں سے کسی کی سخت بیماری کی وجہ سے بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۴۔ کوئی شخص زبردستی باہر نکال کر لے جائے، مثلاً حکومت کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ آجائے تو بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ (شامی)

۵۔ اگر کوئی جنازہ آجائے اور کوئی نماز پڑھانے والا نہ تب بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ (فتح القدیر، ص:۱۱۱، ج:۲)

ان تمام صورتوں میں باہر نکلنے سے گناہ تو نہیں ہوگا، لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (البحر الرائق، ص:۳۲۶، ج:۲)

اعتکاف ٹوٹنے کا حکم

۱۔ مذکورہ بالا وجوہ میں سے جس وجہ سے بھی اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جس میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضاء واجب ہوگی، پورے دن کی قضاء واجب نہیں۔ (شامی) اور اس ایک دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو تو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک قضا کی نیت سے اعتکاف کرلیں، اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف ممکن نہ ہو تو رمضان کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ کر ایک دن کیلئے اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہوجائے گی، لیکن زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، اس لئے جلد از جلد قضا کرلینی چاہئے۔

۲۔ اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ عشرہ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جا سکتا ہے، اس طرح سنت مؤکدہ تو ادا نہیں ہوگی، لیکن نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیاری بھول چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ عشرۂ اخیرہ کا ثواب اپنی رحمت سے عطا فرما دیں۔ اس لئے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرہ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے بعد اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن سے بہ نیتِ نفل پھر اعتکاف شروع کر دے۔

۳۔ ایک دن کے اعتکاف کی قضا کا طریقہ اگرچہ فقہاء نے صاف صاف نہیں لکھا، لیکن قواعد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن کی قضاء واجب ہوگی، یعنی قضا کیلئے صبح صادق سے پہلے داخل ہو روزہ رکھے، اور اسی روز شام کو غروب آفتاب کے وقت نکل آئے، اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضاء کرے، یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، رات بھر وہاں رہے، روزہ رکھے، اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ (کیونکہ یہ اعتکاف واجب ہے اور اعتکاف منذور کا حکم یہی ہے۔)

آدابِ اعتکاف

اعتکاف کا مقصد چونکہ یہ ہے کہ انسان دوسرے تمام مشاغل سے

کنارہ کش ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی یاد کی طرف اپنے آپ کو لگائے۔ اس لئے اعتکاف کے دوران غیر ضروری کاموں اور باتوں سے بچنا چاہئے، اور جس قدر وقت ملے نوافل پڑھنے، تلاوت قرآن اور دوسری عبادتوں اور اذکار و تسبیحات میں وقت گذارنا چاہئے۔ نیز علم دین کے پڑھنے اور پڑھانے، وعظ ونصیحت کرنے اور دینی کتابوں کے پڑھنے میں بھی مصروف رہے کوئی حرج نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے۔

مباحات اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل کام بلا کراہت جائز ہیں:

(۱) کھانا پینا (۲) سونا (۳) ضروری خرید و فروخت کرنا بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، اور خرید و فروخت ضروریات زندگی کیلئے ہو، لیکن مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں۔

(۴) حجامت کرانا (لیکن بال مسجد میں نہ گریں)

(۵) بات چیت کرنا (لیکن فضول گوئی سے پرہیز ضروری ہے۔)

(شامی)

(۶) نکاح یا کوئی اور عقد کرنا۔ (بحر، ص: ۳۲۶، ج: ۲)

(۷) کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا۔

(خلاصۃ الفتاویٰ، ص: ۲۶۹، ج: ۱)

(۸) مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ لکھنا یا دوا بتا دینا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید، ص: ۵۰۱، ج: ۶)

(۹) قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔ (شامی ص:۴۸۵ ج:۲)

(۱۰) کپڑے دھونا اور کپڑے سینا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ عن عطاء، ص:۹۳، ج:۳)

(۱۱) ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔ (شامی)

نیز جتنے بھی اعمال اعتکاف کیلئے مفسد یا مکروہ نہیں ہیں اور فی نفسہ بھی حلال ہیں وہ سب اعتکاف کی حالت میں جائز ہیں۔

مکروہات اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل امور مکروہ ہیں:

۱۔ بالکل خاموشی اختیار کرنا، کیونکہ شریعت میں بالکل خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں۔ اگر خاموشی کو عبادت سمجھ کر کرے گا تو بدعت کا گناہ ہوگا، البتہ اگر اس کو عبادت نہ سمجھے، لیکن گناہ سے اجتناب کی خاطر حتی الامکان خاموشی کا اہتمام کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (درمختار) البتہ جہاں ضرورت ہو وہاں بولنے سے پرہیز نہ کرنا چاہئے۔

۲۔ فضول اور بلا ضرورت باتیں کرنا بھی مکروہ ہے۔ ضرورت کے مطابق تھوڑی گفتگو تو جائز ہے لیکن مسجد کو فضول گوئی کی جگہ بنانے سے احتراز لازم ہے۔ (منحۃ الخالق)

۳۔ سامان تجارت مسجد میں لا کر بیچنا بھی مکروہ ہے۔

۴۔ اعتکاف کیلئے مسجد کی اتنی جگہ گھیر لینا جس سے دوسرے معتکفین یا

نمازیوں کو تکلیف پہنچے۔

۵۔ اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا تعلیم دینا بھی معتکف کیلئے فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے۔ (بحر، صفحہ ۳۰۲، ج:۲) البتہ جو شخص اس کے بغیر ایام اعتکاف کی روزی بھی نہ کما سکتا ہو، اس کیلئے بیع کرنا پر قیاس کر کے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

اعتکاف منذور

اعتکاف کی دوسری قسم اعتکاف منذور ہے۔[1] یعنی وہ اعتکاف جو کسی شخص نے نذر مان کر اپنے ذمہ واجب کر لیا ہو۔ اس قسم کے اعتکاف کی ضرورت چونکہ بہت کم پیش آتی ہے، اس لئے اس کے صرف ضروری مسائل اختصار کے ساتھ ذیل میں لکھے جاتے ہیں، تفصیل کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جائے یا کسی مفتی سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

نذر کا طریقہ

صرف کسی عبادت کی انجام کا دل دل میں ارادہ کر لینے سے نذر نہیں ہوتی، بلکہ نذر کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ضروری ہے، چنانچہ اگر کسی شخص نے دل ہی دل میں ارادہ کر رکھا ہے کہ فلاں دن اعتکاف کروں گا تو صرف ارادے سے اعتکاف کرنا واجب نہیں ہوگا، نیز زبان سے بھی اگر صرف ارادے کا اظہار کیا، مثلاً یہ کہا کہ "میرا ارادہ ہے کہ فلاں دن اعتکاف کروں

---

[1] نیت نذر اعتکاف کی اجتماعیت میں ملاحظہ فرمائیں۔

گا" تو اس سے بھی نذر منعقد نہیں ہوگی۔ (امداد الفتاوی، ص: ۱۴۸۵، ج: ۲) بلکہ نذر کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا جملہ استعمال کرے جس کا مفہوم یہ نکلتا ہو کہ میں نے اعتکاف کو اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے، یا جو عرفاً نذر کے معنی میں استعمال ہوتا ہو، مثلاً یہ کہے کہ "میں فلاں دن اعتکاف کرنے کی منت مانتا ہوں" یا "میں نے فلاں دن کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرلیا" یا "میں اللہ تعالی سے عہد کرتا ہوں کہ میں فلاں دن کا اعتکاف کروں گا" یا "اللہ تعالی نے اگر فلاں بیمار کو تندرست کردیا تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا" ان تمام صورتوں میں نذر صحیح ہو جائے گی اور اعتکاف واجب ہو جائے گا۔ اس کی علمی تحقیق ضمیمے میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ اگر کسی شخص نے کہا "انشاء اللہ میں فلاں دن میں اعتکاف کروں گا" تو اس سے نذر منعقد نہیں ہوئی، اور اعتکاف اس کے ذمہ واجب نہیں، اب اعتکاف کرے تو اچھا ہے اور نہ کرے تو بھی جائز ہے۔

۳۔ اور اگر انشاء اللہ کہے بغیر یہ کہا کہ میں فلاں دن اعتکاف کروں گا" اور منت یا عہد وغیرہ کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا تو ظاہر یہ ہے کہ اس سے بھی نذر منعقد نہیں ہوئی، لیکن احتیاطاً اس کے مطابق عمل کرلے تو بہتر ہے۔

نذر کی قسمیں اور ان کا حکم

۱۔ نذر کی دو قسمیں ہیں، نذر معین اور نذر غیر معین۔ نذر معین کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مہینے یا دنوں میں اعتکاف کی نیت کرے، مثلاً یہ نذر مانے کہ شعبان کے آخری عشرے میں اعتکاف کروں گا، اس صورت میں انہی

دنوں میں اعتکاف کرنا واجب ہوگا جن دنوں کی نذر مانی ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے ان دنوں میں روزہ نہ رکھ سکے تو دوسری تاریخوں میں قضاء کرے۔

(شامی ص:۱۱۰، ج:۲)

دوسری قسم نذر غیر معین کی ہے جس میں کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہ کی ہو، مثلاً یہ نذر مانی کہ تین دن کا اعتکاف کروں گا، تو ان تمام دنوں میں اعتکاف کرنا جائز ہے جن میں روزہ رکھنا جائز ہوتا ہے، اور ان دنوں میں اعتکاف کرنے سے نذر پوری ہوجائے گی۔

نذر کی ادائیگی کا طریقہ

۱۔ اعتکاف منذور کیلئے روزہ شرط ہے، لہٰذا خواہ یہ اعتکاف رمضان میں کر رہا ہو یا غیر رمضان میں ہر حالت میں روزہ کے ساتھ اعتکاف کرنا لازم ہوگا۔

۲۔ اگر کسی شخص نے ایک دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو اس پر صرف دن دن کا اعتکاف واجب ہوگا، چنانچہ اسے چاہئے کہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہوجائے، اور شام کو غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے، ہاں اگر ایک دن اعتکاف کی نذر مانتے وقت دل میں یہ نیت تھی کہ چوبیس گھنٹے اعتکاف کروں گا، یعنی رات اعتکاف میں بسر کروں گا، تو پھر چوبیس گھنٹے کا اعتکاف لازم ہوگا۔ (بحر ص:۳۲۸، ج:۲) اس صورت میں اسے چاہیے کہ رمضان کے اعتکاف کی طرح غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، اور اگلے غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے۔

۳۔ اگر صرف ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہوئی، اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہو سکتا، اور اعتکاف بغیر روزے کے ممکن نہیں، اور اگر نذر مانتے وقت یہ نیت تھی کہ دن بھی نذر میں داخل ہے، تب بھی نذر درست نہ ہوگی، اور کچھ واجب نہ ہوگا۔

۴۔ اگر دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی تو دنوں اور راتوں دنوں کا اعتکاف لازم ہوگا۔

۵۔ اگر دو یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی نذر کی تب بھی دونوں اور راتوں دنوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔

۶۔ اگر دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر کی اور نیت یہ تھی کہ صرف دن دن میں اعتکاف کروں گا اور رات کو مسجد سے باہر آجایا کروں گا تو یہ نیت شرعاً درست ہے، اس صورت میں صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا، چنانچہ ایسا شخص روزانہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں جائے، اور غروب آفتاب کے بعد آجائے۔

۷۔ اگر دو یا زیادہ راتوں کا اعتکاف کرنے کی نذر کی اور نیت صرف رات رات کے وقت اعتکاف کرنے کی تھی تو کچھ واجب نہ ہوگا۔

۸۔ جن صورتوں میں بھی اعتکاف کی نذر میں دن کے ساتھ رات شامل ہو، ان سب صورتوں میں طریقہ یہی ہوگا کہ غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، یعنی رات سے اعتکاف کی ابتدا کرے۔

۹۔ جب ایک سے زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو ان دنوں میں پے در پے روزانہ اعتکاف کرنا واجب ہے، بیچ میں وقفہ کرکے اعتکاف نہیں کرسکتا، مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ "ایک مہینہ کا اعتکاف کروں گا" تو مسلسل ایک مہینہ تک بغیر وقفے کے روزے کے ساتھ اعتکاف کرنا واجب ہے، اگر کسی دن اعتکاف چھوٹ گیا تو از سرِ نو پورے مہینے کا اعتکاف کرنا واجب ہوگا۔ (1)

ہاں اگر نذر کرتے وقت یہ صراحت کردے کہ "میں متفرق دنوں میں اعتکاف کروں گا" تب وقفے کے ساتھ بھی اعتکاف کرسکتا ہے۔ (یہ تمام مسائل البحر الرائق، ص ۳۲۸، ج:۲ سے ماخوذ ہیں)

اعتکافِ منذور کا فدیہ

۱۔ اگر کسی شخص نے اعتکاف کی نذر مانی، اور اسے نذر پوری کرنے کا وقت بھی ملا، لیکن وہ نذر ادا نہ کرسکا یہاں تک کہ موت کا وقت آگیا، تو اس پر واجب ہے کہ ورثاء کو اعتکاف کے بدلے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرے، اور ایک دن کے اعتکاف کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔

(قاضی خان علی الہندیہ ص: ۲۲۵، ج:۱)

۲۔ لیکن اگر اسے نذر پوری کرنے کا وقت ہی نہیں ملا، مثلاً اس نے بیماری میں نذر مانی تھی، اور تندرست ہونے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر کچھ واجب نہیں۔ (شرنبلالی فی شرح الدرر الاحکام ص: ۲۱۵، ج:۱)

1۔ البتہ خلاصۃ الفتاوی ص: ۲۷۱، ج:۱ میں اس کے خلاف فتوی دیا ہے۔

۳۔ اعتکاف مسنون کو توڑنے سے جو قضاء واجب ہوتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر قضاء کا وقت ملنے کے باوجود قضاء نہ کی تو فدیہ واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

اعتکاف منذور کی پابندیاں

اعتکاف منذور میں وہ تمام پابندیاں ہیں جن کا مفصل بیان اعتکاف مسنون میں کیا گیا ہے، جن کاموں کیلئے نکلنا جائز ہے ان کیلئے یہاں بھی نکلنا جائز ہے، اور جن کاموں کیلئے وہاں جائز نہیں، یہاں بھی جائز نہیں۔

البتہ یہاں اتنا فرق ہے کہ اگر کوئی شخص نذر کرتے وقت زبان سے یہ بھی کہہ دے کہ میں نماز جنازہ یا عیادت مریض کیلئے یا کسی درس یا وعظ میں یا علمی ودینی مجلس میں شرکت کیلئے اعتکاف سے باہر آجایا کروں گا تو ان کاموں کیلئے باہر آنا جائز ہوگا، اور ان کاموں کیلئے باہر آنے سے اعتکاف منذور کی ادائیگی میں فرق نہ ہوگا۔ (عالمگیریہ ص:۲۱۲، ج:۱)

نفلی اعتکاف

۱۔ اعتکاف کی تیسری قسم نفلی اعتکاف ہے، اس قسم کیلئے نہ وقت کی شرط ہے، نہ روزے کی، نہ دن کی، نہ رات کی، بلکہ انسان جب چاہے جتنے وقت کیلئے چاہے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوجائے، اسے اعتکاف کا ثواب ملے گا۔

۲۔ رمضان شریف کے آخری عشرے میں دس سے کم کی نیت سے اگر

اعتکاف کریں تو وہ بھی نفلی اعتکاف کریں۔ نفلی اعتکاف یوں تو ہر زمانے میں ہو سکتا ہے، لیکن رمضان شریف میں زیادہ ثواب ہے۔

یہ ایسا آسان عمل ہے کہ اس کی انجام دہی میں نہ وقت زیادہ لگانا پڑتا ہے، نہ محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے، اور ثواب مفت میں ملتا ہے، صرف دھیان اور نیت کی بات ہے، اس کے باوجود اگر ہم اس ثواب سے محروم رہیں تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان یہ عادت ڈال لے کہ جب کبھی کسی بھی کام کیلئے مسجد میں جائے، اعتکاف کی نیت کر لے، تا کہ اس فضیلت سے محروم نہ رہے۔

۴۔ اعتکاف نفلی اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک آدمی مسجد میں رہے، اور باہر نکلنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

۵۔ نفلی اعتکاف کرنے والے نے جتنی دیر یا جتنے دن اعتکاف کرنے کی نیت کی ہو اس کو پورا کرنا چاہئے، لیکن اگر کسی وجہ سے پہلے باہر نکلنا پڑے تو جتنی دیر اعتکاف میں رہا اتنی دیر کا ثواب مل گیا، اور باقی کی قضا واجب نہیں۔

(شامی)

۶۔ اگر کسی شخص نے مثلاً تین دن کے اعتکاف کی نیت کی تھی، لیکن مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی ایسا کام کر لیا جس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے تو اس کا اعتکاف پورا ہو گیا، یعنی اعتکاف ٹوٹنے سے پہلے جتنی دیر مسجد میں رہا اتنی دیر کا ثواب مل گیا، اور کوئی قضا بھی واجب نہیں ہوئی۔ اب اگر چاہے تو مسجد سے نکل آئے، اور چاہے تو نئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرا رہے، اور بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی جتنے دن اعتکاف کی نیت کی

تھی اتنے دن پورا کر لے۔

۷۔ جن لوگوں کو رمضان شریف میں مسنون اعتکاف کرنے کا موقع نہ ملتا ہو، ان کو چاہئے کہ وہ اعتکاف کی فضیلت سے محروم نہ رہیں، بلکہ نفلی اعتکاف کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جتنے دن اعتکاف کر سکتے ہوں نفلی اعتکاف کر لیں، یہ بھی ممکن نہ ہو تو چند گھنٹے کا اعتکاف کر لیں، اور کم از کم مسجد میں جاتے ہوئے یہ نیت تو کر ہی لیا کریں کہ جتنی دیر مسجد میں رہیں گے، اعتکاف کی حالت میں رہیں گے۔

عورتوں کا اعتکاف

۱۔ اعتکاف کی فضیلت صرف مردوں کیلئے خاص نہیں، بلکہ عورتیں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں، لیکن عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا نہیں چاہئے، بلکہ ان کا اعتکاف گھر ہی میں ہو سکتا ہے، اور وہ اس طرح کہ گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے اور عبادت کیلئے بنائی ہوئی ہو وہی جگہ اعتکاف میں بیٹھ جائیں، اور اگر پہلے سے گھر میں ایسی مخصوص جگہ نہ ہو تو اعتکاف سے پہلے ایسی کوئی جگہ بنالیں، اور اس میں اعتکاف کر لیں۔ (شامی)

۲۔ اگر گھر میں نماز کیلئے کوئی مستقل جگہ بنی ہوئی نہ ہو، اور کسی وجہ سے ایسی جگہ مستقل طور پر بنانا بھی ممکن نہ ہو تو گھر کے کسی بھی حصے کو عارضی طور پر اعتکاف کیلئے مخصوص کر کے وہاں عورت اعتکاف کر سکتی ہے۔

(عالمگیریہ ص ۲۱۱، ج:۱)

۳۔ اگر عورت شادی شدہ ہو تو اعتکاف کیلئے شوہر سے اجازت لینا

ضروری ہے شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کیلئے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔ (شامی) لیکن شوہروں کو چاہیے کہ وہ بلاوجہ عورتوں کو اعتکاف سے محروم نہ کریں، بلکہ اجازت دے دیا کریں۔

۴۔ اگر عورت نے شوہر کی اجازت سے اعتکاف شروع کر دیا، بعد میں شوہر منع کرنا چاہے تو اب منع نہیں کر سکتا، اور اگر منع کرے گا تو بیوی کے ذمہ اس کی تعمیل واجب نہیں۔ (عالمگیری ص:۲۱۱، ج:۱)

۵۔ عورت کے اعتکاف کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حیض (ایام ماہواری) اور نفاس سے پاک ہو۔

۶۔ لہٰذا عورتوں کو اعتکاف مسنون شروع کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ ان دنوں میں ان کی ماہواری کی تاریخیں آنے والی تو نہیں ہیں۔ اگر تاریخیں رمضان کے آخری عشرے میں آنے والی ہوں تو مسنون اعتکاف نہ کرے، ہاں تاریخیں شروع ہونے سے پہلے تک نفلی اعتکاف کر سکتی ہے۔

۷۔ اگر کسی عورت نے اعتکاف شروع کر دیا، پھر اعتکاف کے دوران ماہواری شروع ہو گئی تو اس پر واجب ہے کہ ماہواری شروع ہوتے ہی فوراً اعتکاف چھوڑ دے، اس صورت میں جس دن اعتکاف چھوڑا ہے صرف اسی دن کی قضاء واجب ہوگی، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد کسی دن روزہ رکھ کر اعتکاف کرلے، اگر رمضان کے دن باقی ہوں تو رمضان میں قضاء کر سکتی ہے، اس صورت میں رمضان کا روزہ کافی ہو جائے گا، لیکن اگر پاک ہونے پر رمضان ختم ہو جائے تو رمضان کے بعد کسی دن

خاص طور پر اعتکاف ہی کیلئے روزہ رکھ کر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء کر لے۔ (حاشیہ بہشتی زیور ص:۱۶، ج:۳)

۸۔ عورت نے گھر کی جس جگہ اعتکاف کیا ہو وہ اس کیلئے اعتکاف کے دوران مسجد کے حکم میں ہے، وہاں شرعی ضرورت کے بغیر ہٹنا جائز نہیں، وہاں سے اٹھ کر گھر کے کسی اور حصے میں بھی نہیں جا سکتی، اگر جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۹۔ عورت کیلئے بھی اعتکاف کی جگہ سے ہٹنے کے وہی احکام ہیں جو مردوں کے ہیں، جن ضروریات کی وجہ سے مردوں کیلئے مسجد سے ہٹنا جائز ہے، اور جن کاموں کیلئے مردوں کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں، ان کے لئے عورتوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹنا جائز نہیں۔ اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے ان تمام مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں جو اعتکاف مسنون کے عنوان کے تحت پیچھے بیان کئے گئے ہیں۔

۱۰۔ عورتیں اعتکاف کے دوران اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے سینے پرونے کا کام کر سکتی ہیں، مگر خود اٹھ کر نہ جائیں، نیز بہتر یہ ہے کہ اعتکاف کے دوران ساری توجہ تلاوت، ذکر، تسبیحات، اور عبادت کی طرف رہے، دوسرے کاموں میں زیادہ وقت صرف نہ کریں۔

ان ضروری احکام پر اس مختصر رسالے کو ختم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تمام مسلمانوں کیلئے مفید بنائیں، اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ضمیمہ

بعض مسائل کی علمی تحقیق

اس رسالے میں چونکہ اعتکاف کے احکام عام مسلمانوں کیلئے جمع کئے گئے ہیں، جن کو دلائل کی ضرورت نہیں، اس لئے اس میں فقہی دلائل ذکر نہیں کئے گئے۔ البتہ بعض مسائل کے دلائل چونکہ اہل علم کیلئے ضروری معلوم ہوتے ہیں، اس لئے ان کو مختصراً ضمیمے کی شکل میں ذکر کیا جارہا ہے۔ واللہ الموفق

اعتکاف میں غسلِ جمعہ کا مسئلہ

اس رسالے میں مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اعتکاف مسنون (اور اعتکاف منذور) میں غسل جمعہ کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، احقر کو تحقیق سے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے غسل جمعہ کیلئے نکلنے کی اجازت بھی دی ہے، مثلاً حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات، ص: ۱۳۰، ج: ۲، میں جواز نقل کیا ہے۔ لیکن اس کیلئے کوئی فقہی دلیل یا فقہاء کا کوئی خاص حوالہ ذکر نہیں فرمایا۔

نیز حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے 'احکام القرآن' ص: ۱۹۰، ج: ۱، پر ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد میں الاکلیل، ص: ۱۴۰، ج: ۲ کے حوالے سے جواز نقل کیا ہے، اور الاکلیل میں جواز کیلئے خزانۃ الروایات اور فتاوی الحجہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کی بیاض سے بحوالہ کنز العباد بھی جواز نقل فرمایا گیا ہے۔ (منقول از رسالہ اعتکاف مؤلفہ سید محمد حسن صاحب کراچی، ص:۸۰، مسئلہ:۲۶۶)

لیکن فقہی دلائل کی روشنی میں یہ قول نہایت مرجوح اور ضعیف معلوم ہوتا ہے، جس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تمام فقہاء کرامؒ نے حاجات طبعیہ میں صرف تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں، بول، غائط، اور غسل احتلام، چنانچہ درمختار میں ہے: الا لحاجة الانسان طبیعیة کبول وغائط وغسل لو احتلم (شامی، صفحہ ۱۳۲، ج:۲) اس میں لو احتلم کی قید صراحتاً غسل جمعہ کو خارج کر رہی ہے۔ لان مفاهیم کتب الفقه حجة علامہ شامیؒ نے بھی اس قید کو برقرار رکھا ہے، اور اس پر کوئی مزید کلام نہیں فرمایا۔

۲۔ اعتکاف میں اصل یہ ہے کہ خروج بالکل جائز نہ ہو، البتہ جہاں جواز خروج کی کوئی دلیل شرعی آجائے گی، صرف وہاں جواز کا حکم لگایا جائے گا اور جواز خروج کے باب میں اصل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے:

"وکان لایدخل البیت الا لحاجة الانسان" (متفق علیہ)

اس حاجة الانسان کی جو تفسیر اصحاب المذہب سے منقول ہے اس میں غسل جمعہ کی کوئی گنجائش نہیں، چنانچہ "برجندی شرح وقایہ" میں ہے:

"وفسر حاجة الانسان بالبول والغائط وقد

صرح به فی الکافی" (برجندی، ص: ۱۱۲، ج: ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر "الکافی" میں کی گئی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ الکافی امام محمدؒ کی ان چھ کتابوں کا مجموعہ ہے جن کی روایات کو ظاہر الروایہ کہتے ہیں، لہٰذا یہ تفسیر ظاہر الروایہ کی ہے، اور شاید اس میں غسل احتلام کو حاجت طبعیہ ہونے کی بناء پر شامل نہیں کیا گیا۔

حاجۃ الانسان کی دوسری تفسیر مجمع الانہر میں کی گئی ہے:

الا لحاجۃ الانسان کالطھارۃ ومقدماتھا وھذا التفسیر احسن من ان یفسر بالبول والغائط تدبر (مجمع الانہر، ص: ۲۵۶، ج: ۱) علامہ شامیؒ نے بھی اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔

(شامی، ص: ۱۳۳، ج: ۲)

اس تفسیر میں بھی طہارت سے مراد طہارت واجبہ ہی ہو سکتی ہے، کیونکہ وضو علی الوضو کے لئے نکلنا کسی کے نزدیک جائز نہیں، اور غسل جمعہ طہارت واجبہ میں شامل نہیں۔

۲۔ حاجۃ الانسان کا لفظ عرفاً بھی بول و براز وغیرہ کیلئے استعمال ہوتا ہے، لیکن غسل جمعہ پر اس کا اطلاق عرفاً نہیں ہوتا۔

۳۔ لفظ حاجت پر اگر غور کیا جائے تو اس سے مراد حاجت لازمہ ہی ہو سکتی ہے، ورنہ حاجات غیر لازمہ بے شمار ہیں، ان سب کو مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔

۵۔ آنحضرت ﷺ نے ہر سال مسجد نبوی ﷺ میں اعتکاف فرمایا، اور ہر اعتکاف میں جمعہ بھی لازماً آتا تھا، لیکن ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ غسل

جمعہ کیلئے اعتکاف سے باہر تشریف لے گئے ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے یہاں تک تو بتا دیا کہ آپ ﷺ اپنا سر اقدس حجرے کی طرف جھکا دیتے اور میں اندر بیٹھ کر کنگھی کر دیا کرتی تھی لیکن غسل جمعہ کیلئے نکلنے کا کہیں ذکر نہیں فرمایا، اگر آپ ﷺ کبھی اس کیلئے نکلتے تو یہ خروج ضرور منقول ہوتا۔

ان وجوہ کی بناء پر اعتکاف مسنون میں غسل جمعہ کیلئے خروج جائز نہیں معلوم ہوتا۔

جہاں تک ان اقوال کا تعلق ہے جو جواز پر دلالت کرتے ہیں، ان کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ان میں بعض کتب تو قطعاً ناقابل اعتبار ہیں، مثلاً خزانۃ الروایات کے بارے میں حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ تحریر فرماتے ہیں:

خزانۃ الروایات کتاب غیر معتبر آگے لکھتے ہیں:

"والحکم ان لا یوخذ منہا ما خالف الکتب المعتبرۃ وما وجد فیہا ولم یوجد فی غیرہا یتوقف فیہ ما لم یدخل فی اصل شرعی"

(النافع الکبیر، ص ۳۳)

اسی طرح کنز العباد کے بارے میں لکھا ہے کہ

"کتاب کنز العباد فی شرح الاوراد مملوء من المسائل الواہیۃ والاحادیث الضعیفۃ"

(ایضاً ۳۳)

اس کے علاوہ جن کا حوالہ اس سلسلے میں ملتا ہے وہ بھی غیر معروف

کتابیں ہیں جو نایاب بھی ہیں، لہٰذا ان کی مراجعت کر کے تحقیق بھی نہیں کی جا سکتی۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے بھی صرف اتنا لکھا ہے کہ "اما غسل جمعہ روایتے صریح درباب از اصول نمی یابم، جز آنکہ در شرح او گفتہ است کہ بیرون می آمد برائے غسل فرض باشد یا نفل" (اشعۃ اللمعات ص: ۱۲۰، ج: ۲) لیکن اس میں بھی یہ مذکور نہیں کہ شرح سے کونسی شرح مراد ہے؟ اور شرح کی اس بات کی بنیاد کیا ہے؟ لہٰذا اس پر ظاہر الروایہ کے برخلاف فتویٰ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بول و براز کو مسجد سے باہر جائے تو ضمناً غسل بھی کرتا آئے، اس کی اجازت ہے، لیکن اس اجازت کی بھی کوئی بنیاد احقر کو فقہ و حدیث میں نہیں ملی، بلکہ حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد اس کے خلاف ہے کہ "کان رسول اللہ ﷺ یمر بالمریض وھو معتکف فیمر ولا یعرج یسال عنہ" (ابو داؤد و ابن ماجہ)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مریض کیلئے بھی نہیں ٹھہرتے تھے، اور ظاہر ہے کہ غسل جمعہ کیلئے ٹھہرنا پڑے گا جو اعتکاف کے منافی ہے۔

لہٰذا اعتکاف مسنون میں غسل جمعہ کیلئے خروج کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

ابتداءِ اعتکاف کے وقت استثناء

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آجکل یہ بات کافی مشہور ہوگئی ہے کہ اگر اعتکاف مسنون کیلئے بیٹھتے وقت شروع ہی میں یہ نیت کرلی جائے کہ میں عیادت کیلئے باہر جایا کروں گا تو پھر اعتکاف کے دوران ان اغراض کیلئے باہر جانا جائز ہوجاتا ہے۔

لیکن اس مسئلہ میں دو غلط فہمیاں عموماً پائی جاتی ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ اعتکاف منذور کے بارے میں تو درست ہے کہ نذر کے وقت ان اشیاء کا استثناء معتبر ہوتا ہے، لیکن اعتکاف مسنون کے بارے میں یہ استثناء درست معلوم نہیں ہوتا۔ جہاں تک احقر نے تلاش کیا، استثناء کا جزیہ صرف فتاوی عالمگیریہ میں ملتا ہے، کسی اور متداول کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اور فتاوی عالمگیریہ کی یہ عبارت ہے:

ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادۃ المریض وصلاۃ الجنازۃ وحضور مجلس العلم یجوز لہ ذالک کذا فی التتارخانیۃ نقلا عن الحجۃ

(عالمگیریہ، ص ۲۱۲ ج ۱)

اس عبارت میں "وقت النذر" کا لفظ بتارہا ہے کہ مراد اعتکاف منذور ہے، نیز آگے دو تین مسائل بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

وھذا کلہ فی الاعتکاف الواجب، اما فی النفل

فلا یبطل بما ان یخرج بعذر وغیرہ (ایضاح
ص [illegible] ج ۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مسئلہ اعتکاف واجب سے متعلق ہے، اور اعتکاف مسنون کا حکم یہاں بیان نہیں کیا گیا۔

اور چونکہ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کا کوئی استثناء ثابت نہیں ہے، اس لئے اعتکاف مسنون میں صحت استثناء کیلئے دلیل مستقل چاہئے جو مفقود ہے۔ لہٰذا اعتکاف کو علی الوجہ المسنون ادا کرنے کیلئے استثناء کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی، ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف مسنون شروع کرتے وقت یہ نیت کر لے تو پھر اس کا اعتکاف مسنون نہ رہے گا، بلکہ نفلی بن جائے گا، اور جتنی دیر مسجد سے باہر رہے گا اتنی دیر اعتکاف شمار نہیں ہوگا۔ لیکن چونکہ شروع ہی میں نیت مسنون کے بجائے نفلی کی ہوگئی تھی، اسلئے نکلنے سے قضاء بھی واجب نہیں ہوگی۔ البتہ فرق یہ پڑے گا کہ اگر مسجد کے تمام معتکفین اسی نیت کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھیں گے تو سنت مؤکدہ علی الکفایہ ادا نہیں ہوگی۔ غور کرنے سے احقر کو اس مسئلے کی حقیقت یہ سمجھ میں آئی ہے، اور اسی کے مطابق رسالے کے متن میں مسئلہ لکھ دیا ہے، اس مسئلہ میں دوسرے علماء سے رجوع کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ اور اگر کسی اہل علم کو اعتکاف مسنون میں استثناء کی دلیل معلوم ہو تو احقر کو بھی مطلع فرما دیں ممنون ہوں گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ نذر میں استثناء کی صحت کیلئے صرف دل دل میں نیت کر لینا کافی نہیں، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ جس طرح نذر صرف ارادہ کرنے سے منعقد نہیں ہوتی، بلکہ اس کیلئے الفاظ نذر کا زبان سے ادا کرنا

لازمی ہے، اسی طرح استثناء بھی صرف نیت سے نہیں ہوگا، بلکہ نذر کرتے وقت زبان ہی سے استثناء کی ادائیگی بھی ضروری ہوگی، ورنہ خروج جائز نہیں ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

صحتِ نذرِ اعتکاف کی وجہ

فقہاءِ کرام کی تصریح کے مطابق اعتکاف کی نذر صحیح ہوجاتی ہے، اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے، لیکن اس پر ایک علمی اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ نذر کی صحت کیلئے فقہاءِ کرام نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ نذر صرف اس فعل کی صحیح ہوتی ہے جو عبادت مقصودہ ہو اور جنس سے کوئی واجب پایا جاتا ہو، لیکن اعتکاف کی جنس سے کوئی واجب موجود نہیں ہے، اس لئے مذکورہ قاعدے کی رو سے اعتکاف کی نذر منعقد نہ ہونی چاہئے۔

علامہ برجندیؒ نے اس اشکال کا جواب واضح طور پر دیا ہے، مناسب معلوم ہوا کہ اہل علم کیلئے اس کو انہی الفاظ میں نقل کردیا جائے فرماتے ہیں:

"فلو نذر أن النذر يقتضي كون المنذر قربة ونفس اللبث في المسجد ليس قربة إذ ليس لله تعالى واجب من جنسه كما في الصوم والصلوة ونحوهما، لكن لما كان الغرض الأصلي منه الصلوة بالجماعة، والصوم شرط له كان التزامه التزاما للجماعة أو للصوم وهما من القرب" (برجندی شرح الوقاية، ص ۲۲۶ ج ۱)

"یعنی اگرچہ نفس مسجد میں ٹھیرنا کوئی ایسی عبادت نہیں جس کی جنس سے کوئی واجب موجود ہو، لیکن چونکہ اس کا مقصد اصلی نماز با جماعت ہے، اور روزہ اس کیلئے شرط ہے، لہٰذا اعتکاف کی نذر نماز اور روزے کی نذر کو متضمن ہے، جو (قابل نذر) عبادات ہیں، اس لئے اعتکاف کی نذر درست ہو جاتی ہے۔"

علامہ شامیؒ نے بھی اس مسئلے پر کتاب الایمان میں بحث فرمائی ہے، اور اس کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ "لبث فی المسجد" کی جنس سے قعدہ اخیرہ فرض ہے، نیز وقوف بعرفہ فرض ہے، لیکن ان تمام وجوہ کو نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

"ثم قد یقال: تحقق الاجماع علی لزوم الاعتکاف بالنذر موجب اهدار اشتراط وجود واجب من جنسه" (شامی، ص ۷۲، ج ۳)

جس کا حاصل یہ ہے کہ اعتکاف کی نذر کی صحت عام قاعدے میں تو داخل نہیں ہوتی، لیکن چونکہ اس نذر کی صحت پر اجماع منعقد ہو گیا ہے، اس لئے اسے معتبر مانا جائے گا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

بعض خاص اعمال

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان کو دوسرے تمام کاموں سے منہ موڑ کر مسجد میں جا پڑتا ہے، اس لئے اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اور اس کو فضول باتوں یا آرام طلبی کی نذر کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ تلاوت، عبادت، ذکر اللہ، تسبیحات اور اوراد میں صرف کرنا چاہئے۔

اعتکاف کیلئے کوئی خاص نفلی عبادتیں متعین نہیں ہیں، بلکہ جس وقت جس عبادت کی توفیق ہو جائے اسے غنیمت سمجھنا چاہئے۔ البتہ بعض عبادتیں ایسی ہیں جن کی عام حالات میں توفیق نہیں ہوتی، اعتکاف ان عبادتوں کی انجام دہی کا بہترین موقع ہے۔ اس لئے چند اعمال کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے، تاکہ معتکف حضرات کیلئے باعث سہولت ہو۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح نماز کا ایک خاص طریقہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو بڑے اہتمام سے سکھایا تھا، اور فرمایا تھا اس طرح کی نماز روزانہ ایک بار پڑھ لیا کریں، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو مہینے میں ایک مرتبہ، اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ، نیز اس نماز کی فضیلت بیان کرتے

ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "اگر تمہارے گناہ عالج کے ریت کے برابر ہوں تب بھی (اس نماز کی بدولت) اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادیں گے" (جامع ترمذی) عالج ایک جگہ کا نام ہے جو سخت ریتیلے علاقے میں واقع تھی، جہاں ریت بہت ہوتی تھی۔ (قاموس) لہٰذا مطلب یہ ہے کہ گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں، اس نماز کی بدولت ان کی مغفرت کی امید ہے۔ چنانچہ بزرگانِ دین نے اس نماز کا اہتمام فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ روزانہ ظہر کے وقت اذان و اقامت کے دوران یہ نماز پڑھتے تھے، اور حضرت عبدالعزیز بن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ "جو شخص جنت میں جانا چاہے وہ صلوۃ التسبیح کا اہتمام کرے" اور حضرت ابو عثمان حیریؒ فرماتے ہیں کہ: "مصیبتوں اور غموں سے نجات کیلئے میں نے کوئی عمل صلوۃ التسبیح سے بڑھ کر نہیں دیکھا" (معارف السنن ص:۲۸۲،ج:۴)

لہٰذا اعتکاف کے دوران یہ نماز یا تو روزانہ یا جتنی مرتبہ توفیق ہو ضرور پڑھنی چاہیے۔

نماز کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوۃ التسبیح کی نیت سے پڑھی جائیں، باقی تمام ارکان تو عام نمازوں کی طرح ہوں گے، البتہ اس نماز کے دوران ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ ﴿سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر﴾ مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق پڑھا جائے گا، اور اگر اس کے ساتھ ﴿ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم﴾ (۱) بھی ملالیں تو اور اچھا ہے۔ طریقہ یہ ہوگا:

۱۔ اضافہ مستدرک حاکم ص:۳۱۹، ج:۱ ایک روایت سے ثابت ہے۔

(۱) نیت باندھ کر حسب معمول ثنا و سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ پڑھیں، جب قرات سے فارغ ہو جائیں تو رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے کھڑے مذکورہ بالا تسبیح پندرہ مرتبہ پڑھیں، پھر رکوع میں جائیں۔

(۲) رکوع میں جانے کے بعد حسب معمول تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیح پڑھیں، اس کے بعد رکوع سے اٹھیں۔

(۳) رکوع سے اٹھ کر پہلے حسب معمول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہیں، پھر کھڑے ہو کر دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیح پڑھیں پھر سجدے میں جائیں۔

(۴) سجدے میں جا کر پہلے حسب معمول سبحان ربی الاعلیٰ تین مرتبہ پڑھ لیں پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد سجدے سے اٹھیں۔

(۵) سجدے سے اٹھ کر بیٹھیں، اور بیٹھے بیٹھے دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔

(۶) سجدے میں جا کر حسب معمول سبحان ربی الاعلیٰ تین مرتبہ پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہونے کے بجائے دوبارہ بیٹھ جائیں، اور دس مرتبہ مزید مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوں۔

اس طرح ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ یہ تسبیحات پڑھی گئیں، اسی طرح باقی تین رکعت پڑھ لیں، یوں کل تین سو تسبیحات چار رکعتوں میں ہوں گی۔

دوسری اور چوتھی رکعت میں یہ تسبیحات التحیات پڑھنے کے بعد پڑھی جائیں گی۔

دوسرا طریقہ یہ بھی جائز اور حضرت عبداللہ بن المبارک سے ثابت ہے کہ شروع میں قرأت سے پہلے پندرہ مرتبہ اور قرأت کے بعد دس مرتبہ پڑھیں، پھر دوسرے سجدے تک دس دس مرتبہ پڑھتے رہیں، اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر نہ پڑھیں، بلکہ سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں طریقوں سے صلوٰۃ التسبیح پڑھنی چاہیے، کبھی پہلے طریقے سے کبھی دوسرے طریقے سے۔

تسبیحات کی تعداد خود بخود یاد رہتی ہوں تو انگلیوں پر نہ گننا چاہیے، لیکن اگر کسی کو بھول ہو جاتی ہو تو انگلیوں پر گننا جائز ہے۔ اگر کسی ایک رکن میں تسبیحات پڑھنا بھول گئے تو اگلے رکن میں قضا کریں، اس طرح کہ ایک رکعت میں مجموعی تسبیحات پوری ہو جائیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ رکوع کی بھولی ہوئی تسبیحات قومے میں قضا نہ کریں، بلکہ سجدے میں جا کر قضا کریں۔ اور پہلے سجدے کی بھولی ہوئی تسبیحات سجدوں کے درمیانی جلسے میں قضا نہ کریں، بلکہ دوسرے سجدے میں جا کر قضا کریں۔ (شامی ص:۴۶۱، ج:۱)

صلوٰۃ الحاجۃ

جب کسی انسان کو کوئی دنیا و آخرت کی کوئی ضرورت درپیش ہو تو آنحضرت ﷺ نے نماز حاجت پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نماز حاجت پڑھنے کے مختلف طریقے مشائخ سے منقول ہیں، لیکن اس کا جو مسنون طریقہ روایات حدیث میں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل صلوٰۃ الحاجۃ کی نیت

سے پڑھیں، نماز کا طریقہ عام نفل نمازوں کی طرح ہوگا، کوئی فرق نہیں، البتہ نماز سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہے، درود شریف پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

(جامع الترمذی)

اس کے بعد جو حاجت درپیش ہو، اپنی زبان میں اس کی دعا مانگے۔

(صلوٰۃ الحاجۃ کی مزید تحقیق کیلئے ملاحظہ ہو: معارف السنن ص: ۲۷۵، ج: ۴)

یوں تو یہ صلوٰۃ الحاجۃ ہر دنیوی واخروی ضرورت کیلئے پڑھی جاسکتی ہے، لیکن اگر اسے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جائے کہ "یا اللہ مجھے اور میرے گھر والوں کو دین پر عمل کرنے اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور جنت نصیب فرما۔ آمین" تو انشاء اللہ بڑا نفع ہوگا۔

بعض مستحب نمازیں

بعض مستحب نمازیں بڑی فضیلت اور ثواب کی حامل ہیں، یوں تو ہر مسلمان کو چاہئے کہ ہمیشہ ان کا اہتمام کرے، لیکن خاص طور سے اعتکاف کے دوران ان کی پابندی آسان ہے۔ اور اگر اعتکاف میں ان پابندی کرکے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ باقی دنوں میں بھی ان کی توفیق ہوجایا کرے تو

کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اعتکاف کی برکت سے ان تمام مستحبات کا عادی بنادے۔

تحیۃ الوضو

ہر وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو کے طور پر پڑھنا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ:

"مامن احد یتوضأ فیحسن الوضوء ویصلی رکعتین یقبل بقلبہ ووجھہ علیھما الا وجبت لہ الجنۃ" (ماخوذ از شامی)

"جو شخص بھی وضو کرے، اور اچھی طرح وضو کرے، اور دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اپنے ظاہر و باطن سے نماز ہی کی طرف متوجہ ہے تو اس کیلئے جنت واجب کردی ہو جاتی ہے۔"

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان مسجد ہی میں ہوتا ہے، اس لئے تحیۃ المسجد کا موقع نہیں ہوتا، لیکن جب بھی وضو کریں، تحیۃ الوضو پڑھنے کا اہتمام کرلیں تو انشاء اللہ بہت فضیلت کا موجب ہوگا۔ تحیۃ الوضو کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے، عام نمازوں کی طرح یہ بھی پڑھی جائے گی۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ یہ نماز اعضاء خشک ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے۔ (در مختار مع شامی۔ ص: ۴۵۸، ج: ۱) اگر کسی وجہ سے تحیۃ الوضو کا وقت نہ ملے تو سنت مؤکدہ یا فرض نماز شروع کرتے وقت اسی نماز میں تحیۃ الوضو کی نیت بھی کرلی جائے تو انشاء اللہ اس کی فضیلت سے محروی نہ ہوگی۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ سے فرمایا کہ ’’اے بلال! مجھے بتاؤ کہ اسلام لانے کے بعد تمہارا وہ کونسا عمل ہے جس کے بارے میں تمہیں سب سے زیادہ امید ہو (کہ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت تم پر رحم فرمادیں گے) اسلئے کہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔‘‘ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ ’’میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس کے بارے میں مجھے زیادہ امید ہو (بہ نسبت اس کے کہ) میں نے دن اور رات کے جس وقت بھی کبھی وضو کیا تو اس وضو سے جتنی بھی توفیق ہوئی نماز ضرور پڑھی۔ (مشکوٰۃ، ص:۱۱۶)

نمازِ اشراق

نمازِ اشراق وہ نماز ہے جو طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہے، اشراق کی دو رکعت ہوتی ہیں، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہوجائے تو یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اس میں افضل یہ ہے کہ نمازِ فجر کے بعد اپنی جگہ پر ہی بیٹھا تسبیحات یا تلاوت میں مشغول رہے، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہوجائے تو دو رکعت پڑھ لے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا رہا اور اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر دو رکعت (اشراق کی) پڑھیں تو اس کو ایک حج اور ایک عمرے کی مانند اجر ملے گا، پورے حج اور عمرے کا۔

(ترمذی، ترغیب ص:۱۶۴، ج:۱)

اور حضرت سہل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: "جو شخص نماز صبح سے فارغ ہو کر اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے اور اشراق کی دو رکعت پڑھنے تک خیر کے سوا کچھ زبان سے نہ نکالے تو اس کے گناہ خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (مسند احمد، ابوداؤد، وغیرہ ترغیب ص:۱۲۵، ج:۱)

صلوٰۃ الضحیٰ

صلوٰۃ الضحیٰ کو اردو میں نماز چاشت بھی کہتے ہیں۔ اس نماز کی بھی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ اس کا مستحب وقت ایک چوتھائی دن گذرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، یعنی صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان جتنے گھنٹے ہوتے ہوں ان کو چار حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ گذرنے کے بعد زوال آفتاب سے پہلے پہلے کسی وقت بھی یہ نماز پڑھ لیں۔ مستحب وقت تو یہی ہے، لیکن اگر اس سے پہلے مگر طلوع آفتاب کے بعد کسی وقت بھی پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔ (شامی، کبیری ص:۳۸۳)

صلوٰۃ الضحیٰ میں چار سے لیکر بارہ تک جتنی رکعت پڑھ سکتے ہوں، پڑھ لیں، بلکہ اس سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں، اور اگر دو رکعتیں بھی پڑھ لیں تو اونیٰ فضیلت انشاء اللہ حاصل ہو جائے گی۔ (شامی ص:۴۵۹، ج:۱)

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ:

"من صلی الضحی رکعتین لم یکتب من

الغافلین، ومن صلی اربعا کتب من العابدین، ومن صلی ستا کفی ذالک الیوم، ومن صلی ثمانیا کتبہ اللہ من القانتین، ومن صلی ثنتی عشرۃ رکعۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ"

(الترغیب والترھیب ص ۲۳۶ ج ۱ بحوالہ طبرانی ورواتہ ثقات)

"جو شخص چاشت کی دو رکعت پڑھے وہ غافلوں میں نہیں شمار ہوگا، اور جو چار پڑھے وہ عبادت گذاروں میں لکھا جائے گا، اور جو چھ پڑھے اس کیلئے (یہ چھ رکعات) دن بھی (نزول رحمت) کیلئے کافی ہو جائیں گی، اور جو آٹھ پڑھے اسے اللہ تعالیٰ خاشعین میں لکھ لے گا، اور جو بارہ رکعت پڑھے گا اس کیلئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔"

ابن ماجہ اور ترمذی کی ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ کی پابندی کرنے والے کے گناہ اگر سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں تب بھی اس کی مغفرت کردی جائے گی۔

(ترغیب ص ۲۳۵ ج ۱)

صلوٰۃ الاوابین

عام طور پر صلوٰۃ الاوابین ان نفلوں کو کہتے ہیں جو مغرب کے بعد پڑھی

جاتی ہیں، یہ کم از کم چھ رکعات اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں، اور بہتر یہ ہے کہ چھ رکعت مغرب کی دو سنت مؤکدہ کے علاوہ پڑھی جائیں، تاہم اگر وقت کم ہو تو سنت مؤکدہ سمیت چھ پوری کرلی جائیں تب بھی ان شاء اللہ اس نماز کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینھم بسوء عدلن له بعبادة ثنتی عشرة سنة" (ترمذی)

"جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات زبان سے نہ نکالے تو یہ چھ رکعات اس کے لئے بارہ سال عبادت کے برابر شمار ہوں گی۔"

اور حضرت عائشہ سے مروی ہے:

"من صلی بعد المغرب عشرین رکعة بنی الله له بیتا فی الجنة" (ترمذی)

"جس شخص نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا"

علماء امت اور بزرگان دین نے اس نماز کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

نمازِ تہجد

تہجد کی نماز نوافل میں خاص طور پر سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، افضل یہ ہے کہ یہ آخر شب میں پڑھی جائے، آنحضرت ﷺ اکثر تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اس میں بہتر یہ ہے اس میں قیام، رکوع، اور سجدہ طویل کیا جائے، اور قیام میں قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کی جائے، جن حضرات کو طویل سورتیں یاد نہ ہوں وہ اعتکاف کے موقع کو غنیمت سمجھ کر خاص خاص سورتیں یاد کرلیں، مثلاً سورۃ یٰسین، سورۃ مزمل، سورۃ ملک، سورۃ واقعہ وغیرہ اور تہجد میں وہ طویل سورتیں پڑھیں۔

اعتکاف کے دوران خاص طور پر تہجد کا اہتمام کرنا چاہئے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کے نزول کا ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ واضح رہے کہ تہجد کی نماز صبح صادق سے پہلے پہلے ختم کرلینی چاہئے، کیونکہ صبح صادق کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر صبح صادق سے پہلے نماز کی نیت باندھی ہوئی ہو اور نماز کے درمیان صبح صادق ہوجائے تو دو رکعتیں پوری کرلینا جائز ہے۔ (شامی، ص: ۲۷، ج: ۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو ان فضائل اعمال پر عمل کرنے کی توفیق کامل مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تصانیف

جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی